

ترکِ گناہان کے چالیس طریقے

مجموعہ وترتیب
سید واہد حسین زیدی

پہلی نام آراء ساری کتاب

ترکِ گناہان کے چالیس طریقے

جمع و ترتیب
سید عابد حسین زیدی

ماثر
پیغامِ اخلاقیات اسلامیہ



جملہ حقوق محفوظ ہیں

کتاب کی شناخت

نام کتاب	:	ترک گناہان کے چالیس طریقے
جمع و ترتیب	:	سید عابد حسین زیدی
کمپوزنگ	:	سید رضوان علی حسین زیدی
پروف ریڈنگ	:	سید رضا عباس عابدی (محمد)
گرافکس	:	سید وحی امام / سید محمد علی کاظمی
مطبع	:	الباسط پرنٹرز 6606211، 4268448
ایڈیشن	:	اول
تعداد	:	ایک ہزار
سال طبع	:	مارچ ۲۰۰۷ء

باہتمام

مدرسة القائم

۸-50، سادات کالونی بلاک 20 فیڈرل نیا ایریا، کراچی۔
فون :- 0306-2087242، 0304-2035290، 6366644



صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۷	جناب مولانا سید محمد علی نقوی صاحب	۱ تقریر
۸		۲ انتساب
۹		۳ سابقہ قوموں پر عذاب کیوں نازل ہوئے
۱۰		۴ گناہوں کے منحوس اثرات
۱۳		۵ نیکیوں کے اثرات
۱۴		۶ جہاد یا نفس، جہاد یا سیف سے افضل کیسے؟
۱۴		۷ گناہ ترک کرنے میں آپ کا فائدہ ہی فائدہ ہے
۱۵		۸ تقویٰ کیا ہے؟
۱۵		۹ خدا را اپنے او پر ظلم نہ کریں
۱۷		۱۰ خدا کے لئے کتنے قدم آگے بڑھانا ہیں؟
۱۷		۱۱ ترک گناہ بڑی کرامت ہے
۱۸		۱۲ نفس پر چلنے والوں کی زندگی دوزخ کیوں؟
۱۸		۱۳ آخرت کی کامیابی کا نسخہ تزکیہ نفس ہی ہے
۱۸		۱۴ خدا کی خواہش کو پورا کر دیجئے
۱۹		۱۵ ترک گناہان سے انسان صاحب کرامت بن جاتا ہے
۲۰		۱۶ نوجوان جلد گناہ چھوڑ سکتے ہیں
۲۲		۱۷ بار بار شیطان کے چہرے میں یہ توقف ہی آتا ہے



صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۲۲	صحیح عقائد عمل کے واسطے بھی مطلوب ہیں	۱۸
۲۳	توبہ کے بحر سے پرگناہ انجام دینا حماقت ہے	۱۹
۲۳	کم از کم دل سے گناہوں سے سخت رنجیدہ تو رہیں	۲۰
۲۵	روح پیغمبر کرم سے خوش نہیں ہے	۲۱
۲۶	جناب خضر کو اتنا بڑا مقام کیسے ملا؟	۲۲
۲۶	ہمارے گناہ امام زمانہ کے ظہور میں رکاوٹ ہیں	۲۳
۲۶	بغیر گناہ چھوڑنے کیوں میں نور نہیں رہتا	۲۳
۲۷	دینداروں سے گناہ نہ چھوڑنے کی ایک بہت بڑی وجہ	۲۵
۲۹	ہمیں گناہ انجام دینے سے رنج کیوں نہیں ہوتا؟	۲۶
۲۹	مُری نگاہ اپنے اوپر ڈالنے	۲۷
۳۰	ایک جلاوطنی کا ازالہ	۲۸
۳۰	گناہوں سے لذت فقط ایک دعوہ ہے	۲۹
۳۰	عارضی لذت کے لئے اپنی زندگی کو تلخ نہ بنائیے	۳۰
۳۱	گناہ کا راسخ کو طعن نہ دیں	۳۱
۳۲	توبہ سے نہ شرمائیے	۳۲
۳۲	گناہ میں بھی پوری لذت مل ہی نہیں سکتی	۳۳
۳۲	ترک گناہ کی کوشش کرتے رہیں خواہ معمولی ہی کسی	۳۳
۳۳	ترک گناہ کے لئے اپنی ذہانت کو کام میں لائیے	۳۵



صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۳۳	شیطان سے ہرگز نہ ڈریں	۳۶
۳۴	جو گناہ چھوٹ سکتے ہوں انہیں تو کم از کم چھوڑنا شروع کریں	۳۷
۳۵	ترک گناہان کے لئے پہلا قدم آج اور ابھی اٹھا لیجئے	۳۸
۳۵	اقدام کر کے باقی کام خدا پر چھوڑ دیجئے	۳۹
۳۷	کلابی اتقوی سے پرہیز کریں	۴۰
۳۸	باطن کی اصلاح کے لئے Time Period مقرر کیجئے	۴۱
۳۸	مسلل کوشش کرتے رہئے	۴۲
۳۹	بعض اوقات زیادہ محنت درکار ہوگی	۴۳
۴۰	چھوٹے گناہوں (گناہان صغیرہ) سے بھی اپنے آپ کو بچائیے	۴۴
۴۰	پختہ ارادہ کر لیجئے	۴۵
۴۲	گناہ کے دوسوں سے نہ گھبرائیں بس اُن پر عمل نہ کریں	۴۶
۴۲	حضرت یوسف کی طرح بھاگئے	۴۷
۴۳	ترک گناہان کے چالیس طریقے	۴۸
۴۵	طریقہ ۱: رور و کر خدا سے دعائیں کریں	۴۹
۴۸	طریقہ ۲: بُرے دوستوں کی صحبت سے کنارہ کشی	۵۰
۵۱	طریقہ ۳: دوسروں کو دیکھیں اور عبرت حاصل کریں	۵۱
۵۵	طریقہ ۴: منجھی اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کریں	۵۲
۵۶	طریقہ ۵: اپنے ظاہر کو پہلے درست کر لیں	۵۳



صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۵۷	طریقہ ۶: اللہ کی محبت کا ملامہ پیدا کریں کہ وہ گناہوں سے بچاتی ہے	۵۳
۵۸	طریقہ ۷: واجب و مستحب نمازوں کی ادائیگی	۵۵
۶۱	طریقہ ۸: چند مخصوص اذکار الہی کا ورد کرے	۵۶
۶۳	طریقہ ۹: پابندی سے تلاوت قرآن اور کچھ مخصوص سوروں کی تلاوت	۵۷
۶۷	طریقہ ۱۰: طیب روحانی (علماء) کی طرف رجوع کرنا	۵۸
۷۳	طریقہ ۱۱: گناہوں کو یکدم ورنہ آہستہ آہستہ چھوڑ دیجئے	۵۹
۷۶	طریقہ ۱۲: روزانہ کچھ وقت تنہائی میں یا خدا کے لئے نکالئے	۶۰
۷۸	طریقہ ۱۳: دنیا کی محبت کو دل سے کم کریں جو ہر بُرائی کی جڑ ہے	۶۱
۸۲	طریقہ ۱۴: امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا	۶۲
۸۶	طریقہ ۱۵: مقامات گناہ سے دوری اختیار کریں	۶۳
۸۸	طریقہ ۱۶: روزانہ سونے سے پہلے اپنا محاسبہ کریں	۶۳
۹۱	طریقہ ۱۷: زیادہ تر اوقات میں با وضو رہئے	۶۵
۳۹	طریقہ ۱۸: نفس کو سزا نہیں دیں	۶۶
۹۷	طریقہ ۱۹: مستحبات پر عمل اور مکروہات سے پرہیز	۶۷
۹۹	طریقہ ۲۰: درس اخلاق میں پابندی سے شرکت	۶۸
۱۰۲	طریقہ ۲۱: روزہ رکھئے	۶۹
۱۰۴	طریقہ ۲۲: روزانہ، مسلسل اور بار بار توبہ	۷۰
۱۰۶	طریقہ ۲۳: پاکیزہ اور حلال غذا کھائیں	۷۱



صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۱۰۷	طریقہ ۲۲: اردگرد کے ماحول کو پاکیزہ بنانے	۷۲
۱۰۸	طریقہ ۲۵: گناہ کے وقت نئے دل سے اموڈ باللہ پڑھئے	۷۳
۱۱۱	طریقہ ۲۶: مسلسل نیکیاں کرتے رہنا گناہوں کا خاتمہ کر دیتا ہے	۷۴
۱۱۱	طریقہ ۲۷: ہر وقت خدا کا خیال دماغ میں رکھئے	۷۵
۱۱۳	طریقہ ۲۸: خاص طور پر نماز شب کی پابندی کیجئے	۷۶
۱۱۵	طریقہ ۲۹: اپنے نفس سے چالیس دن ادھار لیں	۷۷
۱۱۶	طریقہ ۳۰: کتب اخلاق کا مطالعہ	۷۸
۱۱۷	طریقہ ۳۱: گناہوں کی مصیبت سے بچنے کی نیت سے صدقہ نکالئے	۷۹
۱۱۸	طریقہ ۳۲: یہ تصور کریں کہ خدا آج کی ہر وقت دیکھ رہا ہے	۸۰
۱۱۹	طریقہ ۳۳: موت کی یاد کو دل میں بسائیں	۸۱
۱۲۰	طریقہ ۳۴: معصومین سے توشل اختیار کریں	۸۲
۱۲۱	طریقہ ۳۵: نفس کو مشغول رکھئے	۸۳
۱۲۳	طریقہ ۳۶: مسائل شرعیہ کی پابندی کی عادت ڈالئے	۸۴
۱۲۴	طریقہ ۳۷: چالیس روز تک زیادہ تر اوقات میں خاموش رہنے کی مشق	۸۵
۱۲۵	طریقہ ۳۸: گھر میں جاواز بلند اذان دینا	۸۶
۱۲۶	طریقہ ۳۹: طویل سجدہ	۸۷
۱۲۷	طریقہ ۴۰: اللہ کو حاضر و ناظر سمجھ کر اعمال انجام دینا	۸۸
۱۲۸	مدارک	۸۹



تقریظ

گناہ ایک ظلم ہے اور خدا ویدِ عالم ظلم کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔
ارشادِ خداوندی ہے کہ

خدا نے اُن پر ظلم نہ کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

(سورۃ العنکبوت، آیت ۴۰)

اب ان گناہوں کو کیسے ترک کیا جائے تاکہ انسان خدا ویدِ عالم کی بارگاہ میں مغزب ہو سکے۔ سید عابد حسین زیدی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ اپنی اس تالیف میں انہوں نے نہایت عمدہ اور آسان انداز سے انسان خصوصاً جوانوں کو ترکِ گناہان کے طریقوں سے روشناس کرایا ہے۔ یہ ایک بہترین کتاب ہے اور خدا ویدِ عالم سے دعا ہے کہ اس کتاب سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور سید عابد حسین زیدی کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

احقر

مولانا سید محمد علی نقوی

امام جمعہ و جماعت

جامع مسجد بو تراب عزیز آباد

انتساب

ادارہ اس پیشکش کو محسن قوم و ملت مولانا محمد صادق حسن صاحب قبلہ کے نام منسوب کرتا ہے، جنہوں نے تا حال اپنی پوری زندگی دین کی انتھک خدمت کرتے ہوئے گزاری ہے۔ لاکھوں بلکہ لاتعداد لوگوں کی زندگیوں کو اپنی ولولہ انگیز تبلیغ سے بدل کر رکھ دیا ہے۔ جا بجا علم کی شمعیں روشن کیں اور محمد و آل محمدؑ کی تعلیمات اور پیغامات کو پوری دنیا میں پھیلا یا ہے۔ فقہ، اخلاقیات، عقائد، تاریخ، فلسفہ، حالات حاضرہ، غرض دین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے اور کوئی موضوع ایسا نہیں ہے جس کو مولانا محترم نے کما حقہ بیان نہ کیا ہو۔

پروردگار عالم مولانا محترم کی توفیقات میں مزید اضافہ کرے اور ان کے اخلاص نیت و عمل کا ایک حصہ ہم سب کو اپنی رحمت سے عطا کرے۔

وصلی اللہ علی محمد وآلہ الطیبین الطاہرین

ادارہ
پیغام وحدتِ اسلامی



﴿ سابقہ قوموں پر عذاب کیوں نازل ہوئے ﴾

وہ کیا وجہ تھی جس نے سردار ملائکہ اٹلیس کو راندہ درگا والہی کر دیا؟ جس کی وجہ سے اس کا باطن خراب ہو گیا، بجائے رحمت کے لعنت نصیب ہوئی؟

وہ کیا چیز تھی جس نے حضرت نوحؑ کے زمانے میں تمام اہل زمین کو طوفان میں غرق کر دیا؟

وہ کونسی چیز تھی جس نے ہوائے تند و تیز کو قوم عاد پر مسلط کر دیا یہاں تک کہ وہ زمین پر بے دے کر مارے گئے؟

وہ کیا شے تھی جس سے قوم ثمود پر چیخ کا عذاب آیا جس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے اور سب کے سب ہلاک ہو گئے؟

وہ کونسی وجہ تھی جس کے باعث قوم لوطؑ کی بستیاں آسمان تک لے جا کر الٹی گرائی گئیں اور اوپر سے پتھر برسائے گئے؟

وہ کونسی چیز تھی جس کے باعث قوم شعیبؑ پر آگ برسی؟

وہ کونسی شے تھی جس کے باعث قوم فرعون دریا میں غرق کر دی گئی؟

وہ کیا شے تھی جس کی وجہ سے قارون کو زمین میں دھنسا یا گیا؟

وہ کونسی وجہ تھی جس کے باعث بنی اسرائیل کو طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا کیا گیا؟

جی ہاں وہ فقط خدا کی نافرمانیاں اور گناہ تھے، جن کے قصے قرآن میں جا بجا ذکر ہوئے ہیں اور پھر نہایت مختصر الفاظ میں اسکی وجہ بھی بیان ہوئی کہ

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (سورہ احکاب، آیت ۴۰)

خدا نے ان پر ظلم نہ کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے

﴿ گناہوں کے منحوس اثرات ﴾

- گناہ اپنے ساتھ تمام منحوس اثرات لاتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں :
- ۱۔ علم سے محرومی : علم ایک باطنی نور ہے اور گناہوں سے یہ نور بجھ جاتا ہے۔
 - ۲۔ رزق اور عمر میں کمی : فسق و فجور سے عمر اور رزق کم ہو جاتے ہیں جبکہ تقویٰ اختیار کرنے سے دونوں میں وسعت ہوتی ہے۔
 - ۳۔ خدا سے وحشت : گناہوں میں جتنا شخص کو اللہ سے بھی وحشت ہونے لگتی ہے۔ مسجد میں جانے کو اس کا دل نہیں چاہتا۔ اہل اللہ سے، علماء سے ملاقات کو اس کا دل نہیں چاہتا۔ بلکہ دیگر نیک لوگوں کے پاس بیٹھنے سے بھی اسے وحشت ہونے لگتی ہے اور وہ جتنا ان سے دور ہوتا جاتا ہے، برکات سے محروم ہوتا جاتا ہے۔ ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ جب کبھی مجھ سے کوئی گناہ سوزد ہو جاتا ہے تو میں اس کا اثر اپنی بیوی بچوں بلکہ گھر کے پالتو جانوروں تک میں محسوس کرتا ہوں کہ وہ پہلے کی طرح میرے مطیع و فرمانبردار نہیں رہتے۔
 - ۴۔ کاموں میں رکاوٹ : گناہ گار کے کاموں میں بہت رکاوٹیں آتی ہیں جبکہ گناہوں کے ترک سے اور تقویٰ اختیار کرنے سے کامیابی کی راہیں کھل آتی ہیں اور اسی طرح اس کے برخلاف گناہوں سے کامیابی کی راہیں بند ہو جاتی ہیں۔
 - ۵۔ نیکیوں سے محرومی : گناہوں میں جتنا شخص سے نیکیاں چھوٹی چلی جاتی ہیں۔ آج ایک نیکی ہاتھ سے گئی، کل دوسری اطاعت چھوٹ گئی، پوسوں تیسری رہ گئی۔ اس طرح سلسلہ وار تمام نیک کام گناہ انجام دینے کی وجہ سے آہستہ آہستہ ہاتھ سے نکل جاتے ہیں۔
 - ۶۔ گناہوں کی عادت : ایک معصیت دوسری معصیت کا سبب بن جاتی ہے

اور دوسری، تیسری کا سبب اور یہ سلسلہ ایسا چل پڑتا ہے کہ عاصی بندہ گناہوں میں گھرتا چلا جاتا ہے۔ ایسی عادت ہو جاتی ہے کہ چھوڑنا دشوار ہو جاتا ہے، پھر ایسا وقت آتا ہے کہ اگر نہ کرے تو اسے بے چینی و تکلیف ہونے لگتی ہے اور پھر اس گناہ میں لطف و لذت بھی باقی نہیں رہ جاتی۔ بس عادتاً کرتا چلا جاتا ہے۔

۷۔ ارادۂ توبہ کا کمزور ہونا: گناہ کرنے سے ارادۂ توبہ کمزور پڑ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ توبہ کی بالکل توفیق نہیں ہوتی اور اسی حالت میں اسے موت آ جاتی ہے۔

۸۔ گناہ چھانچھتا: بار بار گناہ کرنے سے اس کی بُرائی دل سے نکل جاتی ہے۔ وہ اس کو پھر بُرا نہیں سمجھتا اور نہ ہی اس بات کی پروا رہتی ہے کہ کوئی دیکھ لے گا۔ بلکہ پھر ازراہِ تقاضا اس کا ذکر کرتا ہے یہاں تک کہ بعض اوقات کفر تک کی توبت آ جاتی ہے۔

۹۔ ملعونوں کا وارث ہونا: اصل میں ہر گناہ کسی دشمن خدا کی میراث ہے۔ مثلاً لواطت قوم لوطؑ کی میراث ہے، علو و فساد قوم فرعونؑ کی میراث ہے، کم ناپنا، تولنا قوم شعیبؑ کی میراث ہے، تکبر و تحیر قوم ہودؑ کی میراث ہے۔ ظلم و ستم یزیدؑ کی میراث ہے۔ غرض گناہ گار ان لوگوں کی وضع و قطع بنائے ہوئے ہے اور رسول کا ارشاد مبارک ہے کہ:

مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ

جو شخص جس قوم کی شابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہے۔

۱۰۔ مخلوق خدا میں بے عزتی: گناہ گار لوگوں میں بھی بے وقعت و بے عزت ہو جاتا ہے۔ اگرچہ لوگ خوف و ظلم کی وجہ سے بعض اوقات تعظیم بھی کرتے ہوں مگر دل سے کوئی ان کی عزت نہیں کرتا۔

۱۱۔ عقل کا کم ہو جانا: گناہ کرنے سے عقل میں فتور اور فساد آ جاتا ہے۔



عقل ایک نورانی چیز ہے، گناہوں سے اس میں کمی آ جاتی ہے۔ بلکہ گناہ کرنا خود کم عقلی کی دلیل ہے۔ اگر عقل ٹھکانے ہوتی تو یہ معلوم ہوتے ہوئے کہ وہ خدا کے قبضہ قدرت میں ہے، وہ مسلسل اسے دیکھ رہا ہے، اُس کے فرشتے اس کے گواہ بن رہے ہیں، ایمان منع کر رہا ہے، قرآن منع کر رہا ہے، رسول و آئمہ منع کر رہے ہیں، موت اور دوزخ چیخ چیخ کر منع کر رہی ہیں، پھر بھی وہ اسے انجام دینے جا رہا ہے۔ ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے کوئی عقل سلیم رکھنے والا شخص بھلا گناہ کر سکتا ہے؟

۱۲۔ خدا و رسول و آئمہ کی لعنت کا حقدار ہو جانا: سب سے بڑا نقصان گناہ کرنے کا یہ ہے کہ ایسا شخص خدا اور رسول و آئمہ کی لعنت کا حقدار ہو جاتا ہے۔ بہت سی گناہ گار عورتوں پر لعنت کی گئی ہے، بہت سے گناہوں پر مردوں پر لعنت کی گئی ہے مثلاً سو دینے اور لینے والے پر، اُس کے گواہ پر، چور پر، شراب پینے والے پر، جو اپنے باپ کو برا بھلا کہے، ان عورتوں پر جو مردوں کی شباهت اختیار کریں، غیر اللہ کے لئے ذبح کرنے والے پر، دین میں نئی نئی حرام باتیں ایجاد کرنے والے پر، اُس عورت پر جو اپنے شوہر سے مسلسل ناراض رہے، رشتہ داروں کے حقوق ادا نہ کرنے والے پر وغیرہ وغیرہ اور خدا و رسول و آئمہ کی لعنت کا حقدار ہو جانا کتنا عظیم نقصان ہے؟

۱۳۔ زمین پر خرابیاں پیدا ہونا: زمین پر گناہوں کے ارتکاب سے طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، پانی، ہوا، غلہ، پھل ناقص ہو جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جب امام زمانہ کی حکومت میں پوری زمین عدل و انصاف سے بھر جائے گی اور گناہ اور نا انصافیاں ختم ہوں گی تو زمین کی برکتیں لوٹ آئیں گی۔

غرض لا تعداد ایسے نقصانات ہیں جو گناہوں کی انجام دہی سے لاحق ہو جاتے ہیں۔ کوئی عاقل اسے پسند نہ کرے گا کہ معمولی سی اشتہاہ کا ذب کے لئے مصائب اور

کھلتوں کا اتنا بڑا پہاڑ اپنے سر لے لے۔ عام دنیاوی معاملات میں بھی جہاں نقصان ہوتا ہے، آدمی اُس کے پاس بھی نہیں پھٹکتا۔ یہی برتاؤ گناہوں کے ساتھ بھی کرنا لازم ہے۔

﴿ نیکیوں کے اثرات ﴾

۱۔ برکت ہی برکت : اطاعت کرنے سے ہر قسم کی تکلیف و پریشانی دور ہو جاتی ہے۔ پروردگار اس کو ایسی جگہ سے رزق عنایت فرماتا ہے کہ وہ ٹھمان بھی نہیں کر سکتا اور یہ برکت تقویٰ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

۲۔ پُر لطف زندگی : اطاعتِ خدا سے زندگی مزید ارب ہو جاتی ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِمَّنْ ذَكَرَ آوَانَسَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۗ

(سورۃ اہل آیت ۷۶)

جو شخص بھی نیک عمل کرے گا، وہ فراموش ہو جائے اور مرد ہو یا عورت بشرطیکہ

ایمان دار ہو، ہم اُسے طیب و پاک زندگی عطا کریں گے۔

نیک لوگوں کو ایسا لطف اطاعتِ خدا میں آتا ہے کہ ایسا لطف و راحت بادشاہوں کو بھی میسر نہیں ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ بادشاہ اگر ہماری لذت سے واقف ہو جائے تو مارے رشک کے ہم پر تگوار چلانے لگیں۔ بلکہ عرفاء اس لذت کے آگے جنت کو بھی بیچ بکھتے ہیں۔

۳۔ نسلوں تک اثرات کی منتقلی : حضرت موسیٰ و حضرت خضر کے واقعہ میں ان

لڑکوں کے مال کی حفاظت کا حکم حضرت خضر کو اس سبب سے ہوا تھا کہ ان کا باپ نیک آدمی تھا۔ یعنی نیکیوں کے اثرات نسلوں میں بھی چلتے ہیں۔ آج کل لوگ اپنی اولاد کے لئے طرح طرح کے سامان، جائیداد اور بینک بیننس چھوڑنے کی فکر کرتے ہیں۔ سب سے زیادہ کام کی جائیداد یہ ہے کہ وہ خود نیک کام کریں تاکہ اس کی برکت

سے مال و اولاد سب بلاؤں سے محفوظ رہیں۔

﴿جہاد بالنفس، جہاد بالسیف سے افضل کیسے؟﴾

۱۔ ہر عبادت حتیٰ کہ تلواریں سے جہاد کرنا بھی جہاد بالنفس کرنے کا محتاج ہے۔ کیا نفس سے جہاد کئے بغیر کوئی انسان اپنی جان کو یقینی موت کے خطرے کے سامنے بے محتاجی پر رکھ کر میدان جنگ میں حاضر ہو سکتا ہے؟

۲۔ جہاد بالسیف کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ ریاکاری، خود پسندی، شرک اور ہر قسم کی انسانی اغراض سے پاک ہو اور یہ سب نفس سے جہاد کئے بغیر انجام نہیں پاسکتے۔

۳۔ جنگ والا جہاد ایک خاص زمانے اور خاص شرائط سے واجب ہوتا ہے۔ عورتوں، بوڑھوں، کمزوروں، بیماروں اور عاجز انسانوں پر واجب نہیں ہے۔ ہر شخص پر واجب یعنی بھی نہیں ہے بلکہ واجب کفائی ہے۔ اسکے برعکس نفس سے جہاد تمام زمانوں، تمام حالات اور تمام اشخاص پر واجب یعنی ہے اور زندگی کے آخری لمحے تک واجب ہوتا ہے اور سوائے اللہ کے معصوم بندوں کے کوئی شخص بھی اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

۴۔ تلواریں سے جہاد ایک خاص وقت میں تکمیل پا جاتا ہے اور مومن مقام شہادت پر فائز ہو جاتا ہے اور مبارزہ ختم ہو جاتا ہے۔ نفس کے ساتھ مقابلہ اس سے زیادہ سخت ہے، پوری زندگی بے درپے اور مسلسل تکالیف برداشت کرنی ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ نے تلواریں سے جہاد کو اپنی تمام تر فضیلتوں کے باوجود جہاد اصغر اور نفس کے ساتھ جہاد کو جہاد اکبر قرار دیا ہے۔

﴿گناہ ترک کرنے میں آپکا فائدہ ہی فائدہ ہے﴾

مولانا علی فرماتے ہیں ”خدا کے بندو! آگاہ رہو دنیا و آخرت کی نعمتیں صرف متحی حاصل کرتے ہیں۔ دنیا داروں کے ساتھ دنیا کی نعمتوں سے استفادہ کرنے میں شریک

ہوتے ہیں لیکن مٹھی ان نعمتوں سے کہ جن سے مالدار، سرکش اور محکمہ استفادہ کرتے ہیں، وہ بھی استفادہ کرتے ہیں۔“

جبکہ دنیا دار و گناہ گار آخرت کی نعمتوں میں مٹھین کے ساتھ شریک نہیں ہیں۔
امیر المؤمنین ارشاد فرماتے ہیں کہ :

”جو شخص تقویٰ کو وسیلہ بنائے تو وہ سختیاں اور دشواریاں جو زندگی آپکی ہونگی اس سے دور ہو جائیں گی اور تلخ کام شیریں ہو جائیں گے۔“

فرماتے ہیں :

”تقویٰ تمہارے جسموں کی بیماریوں کی دوا اور تمہارے فاسد

دلوں کی اصلاح کرتا ہے اور تمہارے نفسوں کو پاک کرتا ہے۔“

آخرت میں بھی مٹھی مومن کے برابر ہے میں رسول ارشاد فرماتے ہیں :

”خدا کی قسم مومن پر (حساب) اتنا آسان اور سہل ہوگا کہ

واجب نماز پڑھنے سے بھی آسان تر ہوگا“

﴿ تقویٰ کیا ہے ؟ ﴾

تقویٰ محدود ہونے کا نام نہیں بلکہ نفس کے مالک ہونے کا نام ہے۔ اس کو کنٹرول کرنے کا نام ہے۔ تقویٰ ذمہ داریوں کی پہچان کا نام ہے کہ کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے۔

تقویٰ یہ ہے کہ انسان اپنی تمام حرکات، سکانات اور تمام اوقات میں شریعت اسلامی کا پابند رہے۔ جاہل صوفیاء کی اغویات و خرافات سے قُرب الٰہی حاصل نہیں ہو سکتا۔

﴿ خدارا اپنے اوپر ظلم نہ کریں ﴾

یہ جو گناہ آپ کر رہے ہیں، وہ اپنے نفس پر قلم کے مترادف ہے۔ قرآن وحدیث

ایسے مفاتیح سے بھرے پڑے ہیں کہ جن اعضاء و جوارح سے آپ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں گویا آپ نے اپنے اوپر ظلم ڈھایا ہے اور خود کو جہنم کی آگ میں دھکیل دیا ہے۔
تجاج نے جب سعید بن جبیرؓ کے قتل کا ارادہ کیا تو ان سے پوچھا تمہارا سر کہاں سے کاٹا جائے، تو سعیدؓ نے فرمایا ”جہاں سے تم اپنا سر قلم کروانا چاہو۔

کیونکہ کسی کا سر قلم کرنا خود اپنا سر قلم کرنے کے برابر ہے۔

علامہ دمیریؒ نے ”بیواۃ الحیوان“ میں لکھا ہے کہ تجاج کے واصل جہنم ہونے کے بعد ایک نیک شخص نے اُسے عالم برزخ میں دیکھا تو اس کا حال پوچھا کہ مرنے کے بعد تمہارا کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگا کہ ہر قتل کے بدلے ایک قتل لکھا ہے لیکن سعید بن جبیرؓ کے قتل کا عوض ستر بار قتل ہونا ہے۔

اگر آپ نے کسی کو تھپتھپا مارا ہے تو حقیقت طمانچہ آپ نے اپنے منہ پر رسید کیا ہے۔ آپ نے دوسروں کی عیب جوئی اور غیبت نہیں کی بلکہ اپنے عیوب کو دوسروں کے سامنے آشکار کیا ہے۔ اپنے آپ کو مردہ بھائی کا گوشت خور بنایا ہے۔ اگر کسی کا مال آپ نے بغیر اجازت استعمال کیا ہے تو دراصل آپ نے اپنے مال سے کمی کی ہے۔ غرض ہر گناہ جو کسی سے سرزد ہوتا ہے دراصل وہ اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے۔ دعائے کمیلؑ میں مؤلف فرماتے ہیں ”ظلمت نفسی“ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ بی بی زینبؓ نے یہ الفاظ یزید سے کہے تھے۔

” اے یزید (لعین) خدا کی قسم تو نے کسی کی کھال نہیں نوچی مگر یہ کہ خود اپنی کھال اتاری ہے۔ کسی کا گوشت نہیں کاٹا سوائے اپنے گوشت کے۔“ تو نے حسین کے سر کو نہیں کاٹا ہے مگر یہ کہ اپنے سر کو کاٹا ہے۔“

﴿خدا کے لئے کتنے قدم آگے بڑھانا ہیں؟﴾

ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ صرف ایک قدم آگے بڑھانے کی ضرورت ہے اس سے زیادہ نہیں، بس خدا مل جائے گا اور وہ ایک قدم اپنے نفس کے سرکش بت کو توڑنے کے لئے آگے بڑھانا ہوگا۔

مولانا عثمان ابن حنیفؒ کو خط لکھتے ہوئے لکھا تھا کہ:

”میں اپنے نفس کو تقویٰ کا پابند رکھنے کے لئے ریاضت کرتا ہوں

تاکہ اس بڑے خوف والے (قیامت) کے دن آرام سے رہے“

سورہ منافقون کی آیت ۸ میں ہے کہ:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ

یعنی عزت تو بس اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لئے ہے۔

لہذا گناہ کر کے مومن خود کو ذلیل نہ کرے۔

﴿ترک گناہ بڑی کرامت ہے﴾

ایک شخص ایک عالم کے پاس ایک عرصے تک رہا لیکن ۱۰ سال اس نے کوئی کرامت نہیں دیکھی نہ ہوا پر اڑتے دیکھا، نہ پانی پر چلتے ہوئے، نہ طے الارض کرتے ہوئے۔ مایوس ہو کر کہا کہ میں واپس جا رہا ہوں کہ اتنے عرصے میں، میں نے آپ میں کوئی کرامت مشاہدہ نہیں کی۔ عالم نے فرمایا ”اے شخص کیا تو نے اس دس سال کے عرصے میں مجھ سے کوئی خلاف شریعت اور خلاف سنت کام ہوتے دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں ایسا نہیں دیکھا۔ عالم نے فرمایا ”آہ جس غلام نے ۱۰ سال تک اپنے مولا کو ایک لمحے کے لئے ناراض نہ کیا ہو، اس سے بڑھ کر تو کیا کرامت چاہتا ہے؟

الاستقامة لوق الف كرامة

حکم خدا پر استقامت ایک ہزار کرامتوں سے افضل ہے۔

﴿ نفس پر چلنے والوں کی زندگی دو زخ کیوں؟ ﴾

جو شخص اللہ کو ناراض کرتا ہے اُس کے لئے دو دوزخ ہیں، ایک دوزخ تو دنیا ہی میں بن جاتی ہے کہ ہر وقت تڑپا رہتا ہے، چین سکون نہیں ملتا اور دوسری دوزخ آخرت میں ہے جو اصل اور ہیڈ آفس ہے۔ نفس کی حرام خواہشیں دنیا میں اس کی شاخ (branch) ہیں۔ جو ہیڈ آفس کا مزاج ہوتا ہے وہی شاخ کا ہوتا ہے۔ لہذا نفس کی خواہشات پر رہنے والوں کی زندگی دوزخیوں جیسی ہوتی ہے، ایک پل کو سکون نہیں ملتا۔ خواہشات نفس کا جو مال برانچ میں جمع کر دیا جاتا ہے۔ وہ خود بخود ہیڈ آفس میں پہنچ جاتا ہے۔ بس اسی طرح خواہشات نفس آدمی کو دوزخ میں لے جاتی ہیں۔

﴿ آخرت کی کامیابی کا نسخہ تزکیہ نفس ہی ہے ﴾

پروردگار عالم سورہ النفس میں امر تہ تم کھانے کے بعد اور ۱۵ بار تاکید کرنے کے بعد ارشاد فرماتا ہے۔

فَذُلِّحْ مَنْ رَزَقْنَا ۗ وَذُخَابَ مَنْ ذَلَّلْنَا ۗ (سورہ النفس، آیت ۱۰۹)

جس نے تزکیہ نفس کیا وہی کامیاب ہو گیا اور جس نے اپنے آپ کو

رزائل سے نہ پھرایا وہی بد بخت اور ناکام ہو گیا۔

لہذا آخرت کی کامیابی گناہوں سے پرہیز میں ہے اور آخرت کی تباہی و بربادی

گناہوں کی انجام دہی میں ہے۔

﴿ خدا کی خواہش کو پورا کر دیجئے ﴾

پروردگار عالم ہم سب کی تہی کہ فرعون تک کی اصلاح کا خواہشمند تھا۔ خدا اپنے بندوں سے اس قدر محبت کرتا ہے کہ کئی سال تک فرعون کے گھر میں جناب موسیٰ کی پرورش کرواتا ہے تاکہ فرعون کی نجات کا سبب بن سکے۔ پھر جب جناب موسیٰ فرعون

کی طرف جانا چاہتے ہیں تو خدا کا ارشاد ہوتا ہے کہ اے موسیٰ تم فرعون کے پاس جا رہے ہو، اُس سے نرم لہجے میں گفتگو کرنا، اُس کو خوب اچھی طرح سمجھانے کی کوشش کرنا، حارون کو بھی اپنے ساتھ لے جانا، دونوں کو حکم دیتا ہے۔

اِذْهَبَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ۖ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ

(سورہ طہ، آیت ۴۴، ۴۵)

تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ، بے شک اس نے سرکشی کی ہے، پس تم دونوں اس سے نرمی کے ساتھ گفتگو کرنا، شاید وہ نصیحت قبول کر لے یا ڈر جائے۔

اس آیت میں ”لعلیٰ“، ”یحبب“ کے معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی میں پسند کرتا ہوں، چاہتا ہوں، خواہش رکھتا ہوں کہ وہ آدمی بن جائے۔ تمام گناہ گاروں کے لئے پروردگار عالم کی یہی خواہش ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ کون اتنی محبت کرنے والے پروردگار کی خواہش کو پورا کرتا ہے۔

﴿ ترک گناہان سے انسان صاحب کرامت بن جاتا ہے ﴾

تمام موجودات عالم پروردگار کی تسبیح کر رہے ہیں۔ گناہان کو ترک کرنے والے بعض اوقات اتنی قوت و طاقت حاصل کر لیتے ہیں کہ مرحوم اخوند کاشانی ”جو علمائے اصنہان میں سے ایک عظیم فلسفی اور عارف تھے، فرماتے تھے کہ جب میں نماز شب پڑھتا ہوں تو تسبیح موجودات کو سنتا ہوں اور مدرسہ صدر کے درختوں کی تسبیح کی آواز میرے کانوں میں آتی ہے۔

جیسا کہ حضرت داؤدؑ کے لئے بھی ہے کہ جب آپؑ زبور کی تلاوت کرتے تھے

اور اللہ سے راز و نیاز کی گفتگو کیا کرتے تھے تو پہاڑ اور پرندے بھی آپ کے ساتھ راز و نیاز میں شامل ہو جایا کرتے تھے۔

قرآن میں سورہ سبأ، پارہ ۲۲، آیت ۴ میں پروردگار عالم فرماتا ہے کہ:
ہم نے داؤدؑ کو اپنی طرف سے فضیلت عطا فرمائی اور (حکم دیا کہ) اسے پہاڑوں اور پرندوں! تم بھی ان کے ساتھ ملکر تسبیح کرو۔
(یعنی تسبیح و مناجات الہی میں ان کے ہم آواز ہو جاؤ)

لہذا گناہوں کو ترک کر کے اپنے کانوں کو داؤدی بنانا ضروری ہے تاکہ پرندوں اور پہاڑوں کی تسبیح کی آواز کو سنا جاسکے۔

﴿ نوجوان جلد گناہ چھوڑ سکتے ہیں ﴾

امام شعبیؒ بار بار نوجوانوں کو نصیحت فرماتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ”جب تک جوان ہوا ہے آپ کو بنا لو، سدھار لو کیونکہ جو دن آپ کی زندگی کا گذرنا جا رہا ہے آپ کی خود سازی اور پاکبازی مشکل تر ہوتی چلی جائیگی۔
آپ نوجوان ہیں، پاک ہیں، آپ کے دلوں نے گدورتوں کے اثرات بد کو کمتر قبول کیا ہے۔ آئیے ان صفات بد کو یکے بعد دیگرے ختم کرتے چلے جائیں تاکہ آپ ایک حقیقی اور پاکباز مومن بن کر معاشرے کے لئے ایک مثال بن جائیں۔

یاد رکھئے کہ یہ گناہ اور بُری صفات کینسر کی مانند ہیں، اگر ابتداء ہی میں ان کے علاج پر توجہ دے دی جائے تو علاج کامیاب ہو سکتا ہے لیکن اگر یہ وقت گزرنے کے ساتھ سارے جسم میں سرایت کر جائے تو پھر قابل علاج نہیں رہ پاتے۔ آپ سے ان گناہوں کا مقابلہ اس وقت تک جاری رہنا چاہیے جب تک کہ ان کا یکسر خاتمہ نہ ہو جائے۔ انشاء اللہ خدا آپ کی مدد فرمائے گا۔ ایک سادہ لوح دیربانی نیا نیا شہر میں آیا اور

کسی پھل والے کی دکان سے سیاہ آلوچے خرید لئے۔ جب کھانا شروع کیا تو کچھ مزہ آیا سوچا کہ شاید یہ چھوٹے ہیں اسلئے بے مزہ ہیں اگر بڑے بڑے اور سیاہ ہوتے تو یقیناً مزیدار ہوتے۔ جب دوسرے سال اسی دکان پر آیا تو اس نے دیکھا کہ وہاں پر سیاہ رنگ کے بڑے بڑے بیٹنگن رکھے ہیں۔ اس بیچارے نے یہ سوچ کر کہ وہ آلوچے پچھلے سال کی نسبت اب کافی بڑے ہو گئے ہیں اسلئے مزیدار ہو گئے ہونگے، خرید لئے لیکن جب بیٹنگن توڑ کر چبایا تو ہٹا چلا کہ یہ تو اور بد مزہ ہو گئے ہیں۔ غصے سے تھوک دیا اور کہنے لگا افسوس جتنے بڑے ہو گئے ہوا تھے ہی بد مزہ ہو گئے ہو۔

مثال اس حقیقت کو بیان کرنے کے لئے ہے کہ انسان کی عمر کا حصہ جس قدر گزرتا جاتا ہے اگر اس نے خود کو سنبھالنے کی کوشش نہ کی ہو تو وہ پہلے سے زیادہ بُرا ہوتا جاتا ہے۔ دل کی تاریکی اور سنگدلی میں اضافہ ہو جاتا ہے، بُری عادتیں پختہ ہو جاتی ہیں۔ صفاتِ مذیہ مضبوط جڑوں کی طرح طاقتور ہو جاتی ہیں اور پھر اصلاح کے امکانات کم سے کم ہوتے چلے جاتے ہیں مگر سوائے اُن افراد کے جن کے ساتھ خدا کا لطف و کرم شامل حال ہو جائے۔

آیت اللہ آقا حسین بردجرویؑ اپنی عمر کے آخری ایام میں نوجوانوں کو نصیحت کرتے رہتے تھے کہ اے نوجوانوں جہاں تک ممکن ہو سکے کام کرو، محنت کرو کیونکہ جس وقت میرے اعضاء و جوارح مضبوط تھے اور میں نجف اشرف میں مقیم تھا تو اول شب سے کتابوں کے مطالعہ کا آغاز کرتا اور صبح تک مصروف مطالعہ رہتا اور تحریری کام بھی کرتا تھا لیکن تھکاوٹ ذرا نہ ہوتی تھی۔ اب یہ حالت ہو گئی ہے کہ میں چند قدم چلنے پھرنے سے بھی عاجز ہوں۔ کتابوں کی الماری کے پاس بھی نہیں جا سکتا، کوئی دوسرا شخص کتاب اٹھا کر مجھے دے دیتا ہے تب مطالعہ کرتا ہوں۔ اگر کوئی بروقت موجود نہ ہو

تو مطالعہ سے محروم رہتا ہوں۔

لہذا جوان، جوانی کی قدر کریں، جوان کا ارادہ زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔ وہ گناہوں کو چھوڑنے پر بوڑھے سے زیادہ قدرت رکھتا ہے لہذا جوان تو بہ حقیقی کو بڑھا پے کے لئے نہ رکھ چھوڑیں، آج ہی سے گناہوں سے بیکر توبہ کر لیں۔

﴿ بار بار شیطان کے چکر میں بیوقوف ہی آتا ہے ﴾

شیطان نئے نئے طریقوں سے آکر گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جو دکھنا بار بار خراب سودا دیتا ہو، عقلمند شخص اُس سے خریداری کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ لیکن افسوس شیطان سے دھوکے اور فریب میں انسان بار بار آجاتا ہے۔ بار بار یہ گناہوں کی دلدل میں دھکیل چکا ہوتا ہے، عزت خراب کروا چکا ہوتا ہے لیکن بعض مومن پھر بھی اس سے سودا لینا نہیں چھوڑتے۔

مولانا روم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی چکا ڈڑ نجاستوں میں غرق ہو تو مجھے تعجب نہیں، مجھے تعجب اُن لوگوں پر ہے جو صالحین اور نیک لوگوں کا ساحلیہ رکھتے ہیں۔ جس بازشاہی نے سلطان کو دیکھا ہوا ہے، اُس ظالم کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ چکا ڈڑ بن کر نجاستوں کی طرف چارہا ہے۔

جسے آل محمد کی محبت مل گئی ہو اور جنہیں آیتِ تطہیر کے مصداق شخصیتوں کی مودت نصیب ہو، اُن کا گناہوں کی طرف التفات قابلِ تعجب ہے۔ دعا کرنی چاہیے کہ پروردگار جتنا اچھا ہمارا ظاہر ہے اُس سے کہیں اچھا ہمارا باطن ہو جائے۔

﴿ صحیح عقائد عمل کے واسطے بھی مطلوب ہیں ﴾

فقط انسان اپنے عقائد کی صحت پر ناز نہ کرے کہ اب کلی چھٹی مل گئی ہے اور سمجھتا ہے کہ عقائد کی درستی کے بعد اعمال میں کوتاہی زیادہ مضر نہیں ہے۔ حالانکہ صحیح

عقیدہ فی نفسہ بھی مقصود ہے اور عمل کے واسطے بھی مقصود ہے۔
 مثلاً مسئلہ تقدیر کی تعلیم سے صرف اعتقاد کر لینا ہی مقصود نہیں بلکہ عمل بھی مقصود ہے
 تاکہ مصائب و پریشانیوں میں پریشان نہ ہو۔ اسی طرح نعمتوں پر تکبر نہ کرے اور ان کو اپنا
 کمال نہ سمجھے۔ اسی طرح مسئلہ توحید ہے۔ اس کا بھی فقط علم ہی مقصود نہیں ہے کہ اللہ ایک
 ہے بلکہ مقصود ہے کہ اب غیر اللہ کا خوف یا لالچ نہ رہے۔ اسی طرح اگر تمام عقائد میں غور
 کریں تو معلوم ہوگا کہ ہر اعتقاد سے عمل بھی مطلوب ہے۔ جس طرح نافرمان اولاد کو ظلم
 ہوتا ہے کہ یہ ہمارا باپ ہے اور گستاخی و نافرمانی کرتے وقت بھی انہیں اس کا ظلم اور اعتقاد
 ہوتا ہے۔ لیکن تمام لوگ یہی کہیں گے کہ ارے بد نصیب یہ تمہارا باپ ہے، اس سے
 گستاخی نہ کرو۔ ظلم کا متعلقاً تو یہ تھا کہ تم اس اعتقاد پر عمل کرتے یعنی باپ کا ادب کرتے۔
 اب چونکہ تم نے اس کے خلاف کیا ہے گویا تمہیں اس کا ظلم ہی نہیں۔
 اسی طرح کہ جیسے ہمیں آخرت کا اعتقاد ہے مگر عمل میں اسکے مظاہر نظر نہیں آتے تو
 کہا جائیگا کہ آخرت کا اعتقاد کامل طور پر نہیں ہے، ناقص ہے ورنہ یقینی جہنم میں جانے
 والے اعمال کو اتنی آسانی کے ساتھ کیسے انجام دیا جاتا۔

﴿ **توبہ کے بھروسے پر گناہ انجام دینا حماقت ہے** ﴾

ہم نے مانا کہ توبہ پر گناہ کے لئے تریاق ہے مگر علاج کے بھروسہ پر زہر کھامرے،
 کتنی بڑی حماقت ہے؟ اگر کوئی ایسا کرے تو وہ بہت بڑا بے وقوف ہے اور سمجھائیں گے کہ
 زہر کا اثر فوراً ہوگا جب کہ علاج کا فائدہ مند ہونا مستقبل میں ہے اور وہ بھی موہوم ہے۔
 ضروری نہیں کہ فائدہ ہو ہی جائے کیونکہ ممکن ہے کہ زہر کا اثر اتنا قوی ہو کہ جو علاج سے
 بھی زائل نہ ہو سکے یا زہر کا اثر فوری اثر ہو جائے کہ علاج کرنے کی نوبت ہی نہ آئے۔
 اسی طرح توبہ کے بھروسہ پر گناہ کرنا بھی سراسر حماقت ہے کیونکہ گناہ کا نقصان

فوراً ہے اور توبہ کا فائدہ مند ہونا مستقبل میں ہے کیا خبر کہ گناہ کے بعد توبہ کا موقع ملے بھی یا نہیں لہذا خدا سے ڈریئے۔ نفس کے دھوکے میں نہ آئیئے۔

﴿ کم از کم دل سے گناہوں سے ﴾ ﴿ سخت رنجیدہ تو رہیئے ﴾

اپنی ذات کے گناہ، معاشرے میں ہونے والے ان گناہوں سے دل سے شدید ناراض اور رنجیدہ تو رہیئے۔ آج کل تو ایسا حال ہو گیا ہے کہ کسی بھی گناہ کی کوئی پرواہ ہی نہ رہی۔ گویا دل سے بھی راضی ہو گئے۔ حضرت صالحؑ کی اونٹنی کو اگرچہ ایک شخص نے قتل کیا تھا لیکن قرآن فرماتا ہے کہ حضرت صالحؑ کے تمام مخالفوں نے اونٹنی کو مار ڈالا (فَعَقَرُوْهَا، سورہ حمود، آیت ۶۵)

اسکی وجہ یہی ہے کہ تمام مخالفین اُس ایک شخص کے کام سے راضی تھے۔

سورہ آل عمران میں آیت ۱۸۳ میں پروردگار رسول اللہ کے زمانے کے یہودیوں کو خطاب کر کے فرماتا ہے: فَلَيْمَ قَتَلْتُمُوهُمْ

تم لوگوں نے گذشتہ پیغمبروں (حضرت یحییٰؑ و حضرت زکریاؑ) کو کیوں شہید کر ڈالا؟ جبکہ امام صادقؑ کے ارشاد کے مطابق ان پیغمبروں کے قاتلوں اور رسول اسلام کے زمانے کے یہودیوں کے درمیان تقریباً ۵۰۰ سال کا فاصلہ ہے۔ کیونکہ وہ آنے والی نسلیں بھی ان قاتلوں کے عمل سے راضی تھیں۔

لہذا جو بھی گناہوں سے بیزاری ظاہر نہ کرے، خاموش رہے وہ بھی گویا اُن کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ہر وہ شخص جو مقام گناہ پر موجود ہو لیکن دل سے گناہ کا مخالف ہو وہ غائب کی منزل

میں ہے لیکن ہر وہ عائب جو دل سے راضی ہو وہ وہاں حاضر رہا ہے۔
لہذا معلوم ہوا کہ حاضر و عائب ہونا صرف جسم پر منحصر نہیں بلکہ گناہ میں واقعی
شرکت ہے اور یہ قلبی رضا اور نفرت سے مربوط ہے۔

زیارت عاشورا میں ہے کہ خدا اُن پر لعنت کرے کہ جنہوں نے خمیر شہادت
امام حسین سنی لیکن اس پر راضی تھے اور طائفوتی طاقت کے خلاف کسی قسم کا رد عمل ظاہر
نہیں کیا۔ لہذا دل سے معاشرے اور اپنی ذات کے ذریعے ہونے والے گناہوں سے
شدید نفرت کریں اور اس کا اظہار بھی کیا جائے تاکہ منکر اور گناہوں کی بُرائی سب کے
سامنے آجائے۔

﴿روح پیغمبر ہم سے خوش نہیں ہے﴾

استاد محسن قرآنیؒ ایک دانشور کے متعلق فرماتے ہیں کہ جو مدینہ میں قبر رسولؐ کے
گرد بہت بڑی تعداد میں لوگوں کا جھوم و کچھ بنگلہ میں ڈوب گئے اور دل ہی دل میں
پیغمبرؐ اسلام سے کہا یا رسول اللہ کیا آپ ان لوگوں سے راضی ہیں؟ اس وقت میرے
ہاتھ میں قرآن تھا، عرض کی یا رسول اللہ میں اس قرآن کو کھول رہا ہوں۔ آپ ان
لوگوں سے خوش ہوں یا ناراض، جو بھی ہوں قرآن کی پہلی سطر میں کوئی ایسی آیت نکلے
جس سے مجھے آپ کی مرضی معلوم ہو جائے۔ اس کے بعد میں نے قبر رسولؐ کے
سر ہانے قرآن کھولا تو دیکھا اس صفحہ کی پہلی آیت یہ تھی

وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا

(سورہ فرقان، آیت ۳۰)

اس آیت نے مجھے ہلا کر رکھ دیا اور میں سمجھ گیا کہ رُوح پیغمبرؐ ہم لوگوں کی حالت
سے خوش نہیں ہے اور ہونا بھی نہیں چاہیے۔ جو مسلمان گناہ اور ظلم ہوتے دیکھتے رہیں

اور سانس تک نہ لیں، وہ مسلمان جن کی نمازیں ایک مکھی تک کو وحشت زدہ نہ کر سکیں وہ کسی معاشرے سے بُرائیاں کہاں ختم کر سکیں گے۔ یقیناً ایسے افراد سے تو پیغمبرؐ کبھی راضی نہ ہوں گے۔

﴿جنابِ خضرؑ کو اتنا بڑا مقام کیسے ملا؟﴾

حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ سے سوال کیا: آخر آپ نے کونسا ایسا کام کیا ہے جس کے باعث خداوندِ عالم نے مجھے آپ سے تعلیم حاصل کرنے کا حکم دیا ہے؟ آپ اتنے بلند مقام تک کیسے پہنچے؟ حضرت خضرؑ نے جواب دیا: ”گناہوں سے بچنے کی وجہ سے۔“

﴿ہمارے گناہِ امامِ زمانہؑ کے ظہور میں رکاوٹ ہیں﴾

شیخ مفیدؒ کو امامِ زمانہؑ نے ایک خط ارسال فرمایا تھا اور اپنے ظہور کے بارے میں فرمایا تھا اگر ہمارے شیخہ اللہ کی عطا کردہ توفیق سے اُسکی اطاعت کریں اور جو ذمہ داریاں اُن پر ہیں، اُسے دل کی گہرائی سے عملِ جہل کر پورا کریں اور حق معرفت ادا کریں تو ہماری اُن سے ملاقات میں تاخیر نہ ہو اور وہ بہت جلد ہمارے ظہور کی سعادت حاصل کریں۔ لہذا جو چیز ان کی اور ہماری ملاقات میں رکاوٹ ہے وہ یہ ناشائستہ افعال (یعنی گناہ) ہی ہیں جو مجھ تک پہنچتے ہیں۔

﴿بغیر گناہ چھوڑے نیکیوں میں نور نہیں رہتا﴾

اگر نیک اعمال انجام دیئے جائیں نماز، روزہ اور صدقات وغیرہ اور ان کے ساتھ ساتھ مومن گناہوں سے بھی بچے تو اس وقت اطاعت کی وجہ سے جو نور ہوگا، وہ گناہوں کے ساتھ ہرگز نہ ہوگا اور ایسا ہی ہے جیسے عمدہ اور لذیذ کھانے میں مٹی پڑ جائے کہ پھر سارا مزہ ہی کرکرا ہو جائے گا۔ اس طرح گناہ گار آدمی نماز تو پڑھتا ہے لیکن طبیعت ہلکی پھلکی نہیں ہے۔ وہ نشاط اور لذت جو نماز اور نیکیوں سے ملتی ہے، وہ اس کو حاصل نہیں

ہوتی۔ دل کو گھیر گھار کر سمجھا تو لیتا ہے کہ ثواب ملے گا لیکن دل بالکل کوراہی رہتا ہے اور اس قدر بے رُخی ہوتی ہے کہ جو ثواب ملتا ہے وہ نظر ہی نہیں آتا بلکہ گناہوں کے حجاب میں چھپ جاتا ہے۔ ایسا ہی ہے جیسے کسی بلب پر سیاہ موٹا غلاف لپیٹ دیا جائے تو اس میں ہلکی روشنی تو دکھائی دے گی لیکن اس قدر وحسی ہوگی کہ رستہ بھی نظر نہیں آئے گا۔

﴿ دینداروں سے گناہ نہ چھوٹنے ﴾ ﴿ کسی ایک بہت بڑی وجہ ﴾

بعض دینداروں کو جب ان کی حالت زار کی طرف علماء توجہ دلاتے ہیں تو وہ تھوڑا متوجہ ہوتے ہیں یا تھوڑی دیر کے لئے حائل صورت بنا کر افسوس سے گردن ہلا دیتے ہیں لیکن اس سے زیادہ چکوتہ نہیں کرتے۔

حالانکہ صرف پریشانی سے چکوتہ نہیں ہوتا۔ اگر مثلاً کسی شخص کو T.B. کا مرض لاحق ہو جائے اور اس کی اطلاع اس کو ہو جائے اور وہ پریشان ہونے لگے لیکن صرف یہی کر لے کہ جو ملنے یا عیادت کے لئے آئے، اُس کے سامنے رونے لگے۔ دن رات پریشان ہو مگر علاج کی طرف توجہ نہ کرے تو نتیجہ اس کا کیا ہوگا کہ مرض بڑھتا جائے گا اور آخر ایک روز خاتمہ ہو جائے گا۔

تو غلطی اس کی یہ ہے کہ وہ پریشانی کو علاج سمجھ بیٹھا ہے۔ حالانکہ تدبیر یہ تھی کہ روپیہ خرچ کرتا، ڈاکٹر سے رجوع کرتا، تلخ دواؤں پر صبر کرتا، نسخہ بلا نامہ پابندی سے استعمال کرتا اور پرہیز پر مستعد ہو جاتا۔ چاہے اور کسی کے سامنے اپنی بیماری کا اظہار نہ بھی کرتا تب بھی شفا یاب ہو جاتا۔

تو یہ شیطان کی رہزنی ہے کہ دین کے رنگ میں دین سے ہٹا رہا ہے یعنی یہ خیال دل میں جمادیا ہے کہ صرف گریہ و بکا ہی کافی ہو جائے گا۔

مشہور واقعہ ہے کہ ایک بڑا بچہ اپنے کتے کے پاس بیٹھا رو رہا تھا۔ کسی نے پوچھا تو اس نے کہا کتا میرا ہر آن رفیق تھا، بھوک سے مر رہا ہے، اس لئے رو رہا ہوں۔ اس شخص نے بڑے سے کہا کہ لیکن یہ جو تمہارے پاس اتنا کھانا رکھا ہوا ہے، اتنی محبت ہے تو یہ کھانا اس کو کیوں نہیں کھلا دیتے۔ تو بڑے نے کہنے لگا کہ صاحب محبت تو ہے لیکن اتنی نہیں کہ روٹی ہی اس کو دے دوں کیوں کہ اس میں پیسہ خرچ ہوتا ہے۔ ہاں اتنی محبت ضرور ہے کہ اس کے فم میں رو رہا ہوں کیوں کہ آنسوؤں میں تو دام خرچ نہیں ہوتے۔ تو ہماری بھی یہی حالت ہے کہ جو معاورہ ہے۔

کھڑے ہاں سب تمہارا..... لیکن کسی چیز کو ہاتھ نہ لگانا

بس گناہوں میں جتنا ہونے کا رنج ہے اور اُن کے مٹ جانے کی تمنا بھی ہے لیکن تدبیر اور Planning نام کو نہیں ہے۔ ہاں ہے تو صرف اس قدر کہ دو آنسو بہائے۔ ہم گناہ چھوڑنے کی فقط تمنا کرتے ہیں ارادہ نہیں کرتے۔ اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا ارادہ تو ہے گناہ چھوڑنے کا مگر یہ بالکل غلط ہے کیوں کہ تمنا دوسری چیز ہے، ارادہ دوسری چیز ہے۔ جس طرح حج کرنے کی تمنا ہر مومن کو ہوتی ہے لیکن نری تمنا کرنے سے حج نہیں ہوتا۔ حج کا ارادہ کرنے والا پیسے جمع کرتا ہے، پاسپورٹ بنواتا ہے، تمام تر اقدامات کرتا ہے پھر حج پر پہنچتا ہے۔

اسی طرح حج کی طرف تمنا کرنے والے کو متنی کہیں گے اور جو اقدامات کر رہا ہے حج پر جانے کے، اُس کو مرید کہیں گے اور متنی اقدام نہ کرنے کی وجہ سے پیچھے رہ جاتا ہے جب کہ مرید (ارادہ کرنے والا) اقدام کرنا شروع کرتا ہے تو اگر راستے میں کوئی مشکل بھی پیش آتی ہے تو قدرت کی طرف سے مدد آتی ہے اور اس کا وہ کام پورا ہو جاتا ہے۔ اسی لئے حدیث میں کہا گیا ہے کہ

السُّعْيُ مَبْنِيٌّ وَالْإِتْمَامُ مِنَ اللَّهِ

میرا کام کوشش کرنا اور پورا کرنا اللہ کی طرف سے ہے۔

﴿ ہمیں گناہ انجام دینے سے رنج کیوں نہیں ہوتا؟ ﴾

جب بھی کوئی گناہ ہو جائے تو اصولاً ہمیں سخت تکلیف اور اذیت ہونی چاہئے اور اپنے نفس کو ملامت کرنا چاہئے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہمیں تو کبھی بھی رنج نہیں ہوتا اور دن رات ہم گناہ کرتے ہیں۔ تو اس کا یہ سبب بتایا گیا ہے کہ ابتداء ہی سے ہم گناہوں کے مرض میں گرفتار ہیں اور صحت کبھی نصیب ہی نہیں ہوئی کہ ہمیں صحت کی راحت کا احساس ہو یا ہمیں مرض کی تکلیف کا احساس ہو۔

مثلاً اگر کوئی پیدائشی نابینا ہو اور اس کو بینائی کا پتہ ہی نہ ہو کہ کیسی ہوتی ہے؟ اس کو بینائی کا لطف کیا پتہ ہوگا؟ ہاں جو پہلے بینا تھا اور پھر اندھا ہو گیا ہو، اس کو معلوم ہو سکتا ہے بینا ہونا کیا تھا اور اندھا ہونا کیا ہے؟

تو مریض بھی اپنے آپ کو وہی سمجھے گا اور مرض کی کلنت اس کو ہوگی جس نے کبھی صحت دیکھی ہو۔

اگر مرض کا مرض ہونا معلوم ہو جائے تو پھر انسان علاج پر بھی توجہ دے گا، اگر اپنے آپ کو مریض ہی نہ سمجھے گا تو علاج کی فکر کیوں کر کرے گا؟

اگر معمولی زکام ہو جاتا ہے تو کس قدر اہتمام کیا جاتا ہے اور کتنا پرہیز کیا جاتا ہے۔ مگر افسوس کہ اتنا بڑا مرض ہم لوگوں کو لگ رہا ہے کہ ہماری رُوح اس میں تحلیل ہو رہی ہے لیکن ہم کو ذرا فکر نہیں ہے۔

﴿ بُرَى نِگَاہِ اِبْنِے اُوپر ڈالنے ﴾

شیخ سعدیؒ کے استاد نے انہیں نصیحت کی۔ اول تو یہ کہ کسی پر بُری نظر نہ ڈالو۔

دوسری یہ کہ اپنے اوپر اچھی نظر نہ ڈالو یعنی دوسروں کو بُرا نہ سمجھو اور اپنے کو اچھا نہ سمجھو۔
اپنے گناہوں کو کوڑھ سمجھو اور دوسروں کے گناہوں کو زُکام سمجھو۔

﴿ ایک غلط فہمی کا ازالہ ﴾

بعض مشغی گناہ کے میاں اور رغبت کو بھی خلاف تقویٰ و مقبولیت سمجھتے ہیں اور دل میں گڑھتے ہیں اور دل کی ساری توجہ اسی غم میں صرف کر دیتے ہیں۔

تو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ خود معصیت اور گناہ کی انجام دہی تو خلاف تقویٰ ہے، میاں معصیت اس کے خلاف نہیں اور یہ میاں بعض اوقات بلکہ اکثر کمال کے بعد بھی حاصل نہیں ہوگا۔ لہذا اس کے زوال کی فکر کرنا فضول ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اگر میاں نہ رہے تو گناہوں سے بچنا کوئی کمال نہ رہے۔ گناہ کی طرف جھکاؤ ہونے کے بعد مجاہدہ کرنا پڑتا ہے اور مجاہدہ سے ترقی ہوتی ہے۔

﴿ گناہوں سے لذت فقط ایک دھوکہ ہے ﴾

گناہ کی لذت کی مثال کھلی جیسی ہے، خود اس میں لذت نہیں محض مرض کی وجہ سے لذت محسوس ہوتی ہے اور پھر فوراً ہی سوزش و جلن پیدا ہو جاتی ہے۔ سو یہ دراصل مرض ہے جیسا کہ سانپ کے کانٹے ہوئے کو کڑوا بھی بیٹھا معلوم ہونے لگتا ہے۔ لہذا کسی عاقل کو ایسی لذت علاج سے مانع نہیں ہوتی۔

﴿ عارضی لذت کے لئے اپنی زندگی کو تلخ نہ بنائیے ﴾

سوچئے گناہ کی ایک سزا تو دوزخ ہے جو مرنے کے بعد ہوگی اور ایک سزا افتد ہے وہ یہ کہ دل کا سکون ضائع ہوتا ہے، گناہ گار کے دل کو خدا بے چین و بے سکون بنا دیتا ہے جس سے اس کی زندگی نہایت تلخ ہو جاتی ہے۔ لہذا ذرا دیر کی لذت سے اپنی زندگی کو تلخ بنانا کس قدر نادانی ہے۔ اہل دنیا اسبابِ راحت حاصل کر لیتے ہیں لیکن

راحت و سکون تو خدا کے قبضے میں ہے۔ یہ سکون زمین سے نہیں، آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ جس سے آسمان والا راضی ہوتا ہے اُس ہی کے دل پر اترتا ہے۔

أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿۲۰﴾ (سورہ ابراہیم: ۲۰)

دلوں کو چین تو ہماری یاد سے ملتا ہے۔

ایک جگہ اور ارشاد فرمایا ہے

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ (سورہ فتح: ۲۶)

سکون تو اللہ تعالیٰ کو یقین پر نازل کرتا ہے۔

اے آسمان والے سے دور بھاگنے والو! تم زمین میں کیا تلاش کر رہے ہو؟ بنگلوں، کاروں اور ایئر کنڈیشنڈ گھروں میں مرغ بریانی اور نوٹوں کی گڈیوں میں تم ہماری غفلت اور نافرمانی کی نحوست کے وبال سے بدحواس و پریشان رہو گے۔ ایئر کنڈیشنڈ کمرے تمہاری صرف کھال ٹھنڈی کریں گے لیکن تمہارے دل ہمارے پیچھے ہوئے حوادث، مصائب اور غموں سے چلتے رہیں گے۔

﴿گناہ گار نائب کو طعنے نہ دیں﴾

مولانا روم فرماتے ہیں

۔ روغن گل روغن کنجد نماند

آفتابے ایدا و جامد نماند

جب تیل کا تیل گلاب کی صحبت سے روغن گلاب بن گیا تو اب اس کو اس کے ماضی پر طعن نہ دو کہ تو پہلے تیل کا تیل تھا۔ ارے اب تو اس کا نام بھی بدل گیا (روغن گلاب) اور دام بھی بدل گئے۔ لہذا اگر کوئی گناہ گار تو بہ کر لے تو اُس کو اُس کے ماضی پر طعنہ دینا حرام اور اُس کے ماضی کو سوچ کر اُسے حقیر جاننا کس قدر سوء ادبی ہے۔

التائب من الذنب كما ذنب له

جو شخص توبہ کر لے وہ ایسا ہو گیا جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ تھا۔

﴿ توبہ سے نہ شر مانیے ﴾

ایسی حیا و شرم جو توبہ سے روک دے، محمود نہیں ہے۔ سبحان اللہ گناہ کرتے وقت تو شرم نہ آئی اور توبہ کرتے ہوئے شرم آ رہی ہے۔ اصل حیا وہ صفت ہے جو انسان کو بُرے کام سے روکتی ہے۔ حیا تو یہ ہے کہ خدا تمہیں ایسی حالت میں نہ دیکھے جس سے اُس نے منع کیا ہے۔

حقیقۃ الحیاء ان مولاک لابراک حیث لہاک

﴿ گناہ میں کبھی پوری لذت مل ہی نہیں سکتی ﴾

مومن کو گناہ کرتے وقت خدا کا خوف ضرور ہوتا ہے، اس سے خدا ناراض ہوگا اور آخرت میں عذاب ہوگا۔ یہ خیال ساری لذت کو مکملہ کر دیتا ہے۔ اس وجہ سے مومن کو گناہ میں کبھی پوری لذت نہیں مل سکتی۔

اور جس قدر مومن کا ایمان قوی ہوتا ہے، اسی قدر گناہ سے غم ہوتا ہے۔

﴿ ترک گناہ کی کوشش کرتے رہتے ﴾

خواہ معمولی ہی سہی

ترک کئی سے کوششیں بے ہودہ ہی آہی۔ مولانا روم فرماتے ہیں

دوست دار دوست این آشفنگی

کوشش از برے ہودہ بہ از خفتگی

خدا اپنے بندوں سے یہ ٹوٹی پھوٹی کوشش بھی محبوب رکھتے ہیں اور یہ بے ہودہ

کوشش بھی بالکل سو جانے سے بہتر ہے۔

﴿ ترک گناہ کے لئے اپنی ذہانت کو کام میں لائیے ﴾

آپ دنیاوی کاموں میں کتنی ذہانت و ہوشیاری کا مظاہرہ کرتے ہیں، ہر وقت یہی فکر لاحق رہتی ہے کہ کہیں کوئی آپ سے بازی نہ لے جائے، کوئی آپ پر سبقت حاصل نہ کر لے۔ بزنس میں اور دکاندار کیسی ہوشیاری سے معاملات طے کرتے ہیں؟ لیکن افسوس یہی مومن آخرت کے کاموں میں کند ذہن اور احمق بن جاتا ہے۔ کبھی خیال نہیں آتا کہ کہیں شیطان مجھ پر غالب تو نہیں آ گیا ہے؟ کہیں اُس نے مجھے بیوقوف تو نہیں بنا دیا ہے؟ لہذا یہی ذہانت جو دنیاوی امور میں ہے، اسے کبھی دین کے لئے بھی کام میں لائیے۔ علم حاصل کریں، اپنے اعمال کو صحیح کریں، شیطان کے فریب اور دھوکوں کو اپنی ذہانتوں سے دور کریں۔

﴿ شیطان سے ہرگز نہ ڈریں ﴾

شیطان کا خوف بے وجہ ہے

إِنْ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا (سورہ قسامہ آیت ۶)

شیطان کے کمر و فریب بہت ضعیف و کمزور ہیں۔

خدا کے لطف و کرم اور عنایت کے ہوتے ہوئے اس سے بڑھ کر کوئی کمزور نہیں اور نہ اس سے زیادہ کوئی ذلیل ہے اور شیطان اس کتنے کی مانند ہے جو گھر کے باہر دروازے پر کھڑا ہوتا ہے۔ جس طرح بعض لوگ اپنے گھروں کے سامنے خوفناک سکا حفاظت کے لئے رکھتے ہیں، اب جو اُن سے ملنے جاتا ہے وہ سکا زور زور سے بھونکتا ہے اور اگر مالک زور سے ڈانٹ دے کہ خبردار اپنا آدمی ہے تو خاموش ہو جاتا ہے۔ اسی طرح شیطان بارگاہِ حق سے دھتکارا ہوا سکا ہے۔ بارگاہِ حق کے باہر کھڑا ہے، اب جب کوئی پریشان آدمی خدا کے دربار میں جانا چاہتا ہے تو یہ خوب و سوسہ ڈالتا ہے کہ یہ

پریشان ہو کر بھاگ جائے لیکن جب وہ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

پڑھ لیتا ہے کہ میں اس مردود سے پناہ مانگتا ہوں تو خدا تعالیٰ اپنے اس کتے کو ڈانٹ دیتے ہیں کہ خبردار یہ ہمارا آدمی ہے خاموش ہو جا۔ اب جب گناہ کا تقاضہ ہو تو فوراً اَعُوذُ بِاللَّهِ پڑھ لینے سے خدا کی بڑائی سامنے آ جاتی ہے اور وسوسہ ختم ہو جاتا ہے۔

علاج کا عزم کر ہی لیں جب معلوم ہے کہ آپ روحانی طور پر بیمار ہیں اور یقین حاصل ہو گیا تو آپ کو فوراً علاج شروع کر دینا چاہیے۔ اگر آپ واقعی گناہ چھوڑنے کا ارادہ کر لیں تو خدائی مدد آپ کے شامل حال ہوگی اور اگر بات صرف تمنا کی حد تک رہی، آگے نہ بڑھی تو ہلاکتِ آخروی کا شدید خطرہ لاحق ہوگا اور اگر ارادہ کر لیا تو بھی اپنے ارادہ و عزم پر بھروسہ نہ کریں بلکہ اس وقت بھی یہی کہیں کہ اے اللہ! آپ کے بھروسہ پر آئندہ کے لئے یہ ارادہ و عہد کرنا ہوں کہ گناہ نہ کروں گا اور آپ میری مدد فرمائیے تاکہ میں اس عہد پر قائم رہ سکوں۔ بغیر حرکت کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ محض تمنا کر کے بیٹھے رہنے سے کچھ نہ ہوگا۔ خود ارادہ کرو گے تو وہاں سے بھی توجہ ہوگی۔ رحمت حق کے متوجہ ہونے کے لئے عادتاً ارادہ و عزم شرط ہے اور ہماری یہ حالت ہے کہ حرکت ہی نہیں کرتے۔

﴿ جو گناہ چھوٹ سکتے ہوں انہیں ﴾
﴿ تو کم از کم چھوڑنا شروع کریں ﴾

بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ جناب فلاں فلاں گناہ تو ہم سے ہرگز نہیں چھوٹ سکتے۔ چلیں ٹھیک ہے جو گناہ چھوٹ سکتے ہیں، کم از کم وہ تو چھوڑنا شروع کریں مثلاً رشوت کے بارے میں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر چھوڑ دیں گے تو وال روٹی کیسے

چلے گی؟ مگر واضحی رکھنے میں کون سی مصلحت برباد ہوتی ہے؟ ابتدائے عمر میں تو اس لئے منڈوانی شروع کی تھی کہ خوب صورت معلوم ہوں گے لیکن اب بڑھے ہو کر منڈوانے میں کیا مصلحت ہے؟

اسی طرح بہت سے ایسے گناہ ہیں کہ اگر انہیں چھوڑ دیں تو دنیا کا کچھ بھی نقصان نہیں ہے۔ اُن کو چھوڑنے میں کیا قباحت ہے؟

﴿ ترک گناہان کے لئے پہلا قدم ﴾ ﴿ آج اور ابھی اٹھا لیجئے ﴾

جس طرح دیوانی معاملات میں صرف فکر کرنے کو کافی نہیں سمجھا جاتا، جس طرح اگر کسی کے پاس آٹا ہو، مصالحہ ہو، ساز و سامان موجود ہو اور وہ کھانا نہ پکائے، صرف سوچتا رہے کہ کھانا کیسے پکے گا، کب میں کھاؤں گا، تو اُس کے فقط سوچنے سے کیا ہوگا؟ اس کی ترکیب یہ ہے کہ فوراً اٹھئے اور بہت کر کے پکانا شروع کر دے اور بھوک لگے تو کھانا کھالے۔ اسی طرح عالم آخرت کی فکر بھی کرے کہ جب میں مروں گا تو خدا کا سامنا ہوگا، رسول اللہ اور آئمہ کے سامنے کبسی شرمندگی ہوگی؟ یہ سوچ کر عذاب سے بچنے اور نجات حاصل کرنے کی تدابیر شروع کر دے یہ شیطان نے بہت سے لوگوں کو بہکا رکھا ہے۔

خدا نے ماشاء اللہ آپ کو صاحب ارادہ بنایا ہے، بڑے بھلے کی پہچان دی ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ آپ ان گناہوں سے بچنے کے اقدام نہیں کرتے۔ کمر ہمت کسے اور عزم مصمم کر کے آج اور ابھی سے اقدام شروع کر دیجئے۔

﴿ اقدام کر کے باقی کام خدا پر چھوڑ دیجئے ﴾

جن کے گھروں میں بچے ہیں اُن کو شب و روز یہ واقعہ پیش آتا ہے۔ مثلاً ایک

بچہ ہے جو دوڑ کھڑا ہے، ہم نے اُس کو بلایا اور ہم کو معلوم ہے کہ وہ کتنا سفر کرے لیکن ہم تک نہیں پہنچ سکتا لیکن ہم اُس کے منتظر رہتے ہیں کہ دیکھیں یہ کیا کرتا ہے؟ وہ بچہ چلتا ہے، گر پڑتا ہے، پھر اٹھتا ہے، پھر گرتا ہے۔ پوری کوشش کرتا ہے جب نہیں پہنچ پاتا تو رونے لگتا ہے۔ پھر یہ ممکن نہیں کہ اُس کو رو تادیکھ کر ہمیں صبر آ جائے، فوراً دوڑ کر اُسے اٹھالیتے ہیں۔ لہذا یہ مسافت ہم نے ہی طے کی ہے لیکن اُس بچے کی کوشش اور رونے کے بعد بچہ اگر یہ سمجھے کہ فاصلہ میں نے طے کیا ہے تو وہ نادان ہے۔ اسی طرح ہمارا عمل ہے کہ وہ تو ہمیں خدا تک پہنچانے والا نہیں ہے لیکن شرط کے درجے میں ضروری ہے، باقی کام تو فضل سے ہوتا ہے اور خدا تو وہ ہے جو بندہ کے بغیر رونے دھونے و کوشش کے بھی اس کی طرف متوجہ ہے۔ لہذا ہمیں عمل کر کے فضل کو طلب کرنا چاہیے۔ اسی لئے ارشاد ہے کہ

وَسْئَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ ۗ (سورہ اشعراء: ۳۲)

اور اللہ سے فضل کی درخواست کیا کرو

اب یہاں پر یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ ہم فضل خدا کا سوال کریں لیکن معلوم نہیں ہماری درخواست کی سنوائی ہوگی بھی یا نہیں؟ تو اُس نے آگے اس شبہ کو بھی خود ہی زائل کر دیا کہ

إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (سورہ اشعراء: ۳۳)

یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔

لہذا مسائل کی بھی اطلاع ہے اور سوال پر دیں گے بھی ضرور، ہاں سمجھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو شے آپ مانگتے ہیں وہ نہیں ملتی، مگر اس سے اعلیٰ درجے کی شے دے دیتے ہیں۔ مگر ہمارا ذہن وہاں تک نہیں پہنچ پاتا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی مسائل نے کسی کریم سے ایک روپیہ مانگا مگر اس نے سونے کی اشرفی نکال کر دے دی۔ اب اگر

سائل عقل مند ہے تو نہایت خوش ہوگا اور مسرت سے پھولا نہ سمائے گا اور اگر نادان ہے تو شکایت کرے گا، ہم نے تو ایک روپیہ مانگا تھا وہ تو ہم کو نہ ملا۔ اب خصوصاً جو دین کے لئے دعا ہے وہ تو بیعہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ دین چونکہ خیر محض ہے اس لئے وہ بیعہ عطا ہوتا ہے اور دنیا کی شے جو بندہ مانگتا ہے تو یہ کہ وہ اپنے مصالح سے واقف نہیں ہے، اس لئے وہ کریم بیعہ وہی شے عطا نہیں کرتا بلکہ اس کا نعم البدل عطا کر دیتا ہے۔ لہذا پہلا قدم آج سے اٹھائیے۔ اس معاملے کو کل پر نہ نالیں۔ بہت سے دینی طالب علموں کا بھی یہی خیال ہے کہ ابھی تو ہم پڑھ رہے ہیں جب پڑھ لیں گے اس وقت عمل کریں گے۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ جس گناہ کو آپ آج نہیں چھوڑ سکتے اور جس ثواب کو آپ آج نہیں حاصل کر سکتے اور نفس پر آپ کو قابو نہ ہو تو کل بطریقہ اولیٰ آپ سے عمل نہ ہوگا۔ آج عمل کرنا آسان ہے، اس لئے جس قدر وقت گزرتا جائے گا، نفس کے اندر رے اخلاق اتنا ہی جز پکڑتے جائیں گے۔

﴿ علاج سے پہلے مندرجہ ذیل باتوں کا خیال ﴾

﴿ رکھیں کلابی تقویٰ سے پرہیز کریں ﴾

بعض لوگ مستحبات و مکروہات و وظائف و نوافل و اذکار کی تو بہت پابندی کرتے ہیں مگر فجر کی نماز قضا کر دیتے ہیں۔ صدقات و خیرات کی طرف تو مکمل توجہ ہوتی ہے مگر نفس و مالی واجبات کی طرف متوجہ نہیں ہوتے یا سستی سے کام لیتے ہیں۔

ایک صاحب رشوت خور تھے مگر وظیفے کے بہت پابند تھے۔ وظیفہ پڑھتے وقت درمیان میں کسی سے بات چیت نہ کرتے تھے اور اشارے سے رشوت کا معاملہ بھی طے ہوتا رہتا تھا۔ یہ تقویٰ ”کلابی“ کہلاتا ہے کہ وظیفہ میں تو بات کرنے سے اتنا پرہیز اور رشوت سے پرہیز نہیں کرتے۔ کتے کی بھی یہی حالت ہے کہ ٹانگ کی تو اتنی احتیاط

کرتا ہے کہ اسے اٹھا کر رفع حاجت کرتا ہے کہیں نجاست کی چیمنٹ نہ پڑ جائے اور ویسے دنیا کی ہر نجاست میں منہ ڈالنا پھرتا ہے۔

﴿ باطن کی اصلاح کے لئے ﴾

﴿ Time Period مقرر کیجئے ﴾

جس طرح ہم ظاہری علوم کی تحصیل میں میٹرک کے لئے ۱۰ سال Inter کے لئے ۱۲ سال، گریجویشن کے لئے ۱۴ سال اور ماسٹرز کے لئے ۱۶ سال تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح باطن کی درستگی کے لئے ایک سال میں کم از کم ایک ماہ ہی خرچ کیجئے۔

باتیں بنانا چھوڑیے اور مرد میدان بن جائیے اور ۲ ماہ، ۶ ماہ یا ایک سال کا وقت مقرر کر کے ایک ایک گناہ کو ختم کرتے جائیں۔ بالآخر ایک وقت ایسا آئی جائے گا کہ انشاء اللہ آپ کا دامن گناہوں سے ہانکلیاں ہو جائے گا۔

﴿ مسلسل کوشش کرتے رہئے ﴾

چند عبادات و اعمال کی انجام دہی کے بعد اکثر لوگ پلیس کی طرح تباہ و برباد ہو گئے اور مسلسل نفس کی اصلاح سے بے فکر ہو گئے۔ کسی نے چند نمازیں پڑھ لیں، مجالس عزائمیں چند آنسو بہائے اور مسلسل ترک گناہ سے آزاد ہو گئے۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے درخت لگایا، پرورش کی۔ ایک دفعہ پھل آ گیا اور پھر اس کے بعد اسے پانی دینا چھوڑ دیا حالانکہ ایک دفعہ پھل آ جانا کافی نہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اگر کسی جانور نے اُس پر ایک ٹانگ بھی مار دی تو وہ گر پڑا یا گرمی آتے ہی وہ خشک ہو کر ختم ہو گیا۔

عقل کی بات یہ تھی کہ ایک دفعہ پھل آ جانے سے بے فکر نہ ہوتا بلکہ اس درخت کو برابر پانی دیتا رہتا یہاں تک کہ تنا خوب موٹا اور مضبوط ہو جاتا اور اتنا اونچا ہو جاتا کہ جانوروں کا منہ اُس تک نہ پہنچ سکے۔ یہی حال مومن کا بھی ہونا چاہیے کہ برابر مجاہدہ

اور کوشش میں لگا رہے۔ گناہوں سے مسلسل بچتا رہے۔
حکیم خدا بھی ہے کہ

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ (سورہ البرہانہ ۶۹)
اپنے رب کی اتنی عبادت کر کہ تجھے یقین (موت) آجائے۔
یعنی موت تک عمل سے مستغنی نہیں ہو سکتے۔

جب تک ہم طلب باقی رکھیں گے خدا کی طرف سے بھی توجہ و عطا کم نہ ہوگی۔ جو خدا دنیا میں ہے، وہی آخرت میں ہوگا۔ یہاں پر تو سب پر عیاں ہے کہ وہ کتنا رحیم و کریم ہے اور اس کی صفات میں تحقیر ہے نہیں۔ پھر کیا خطرہ؟ انشاء اللہ وہاں بھی یہی رحمت ہوگی بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

﴿ بعض اوقات زیادہ محنت درکار ہوگی ﴾

ضروری نہیں ہے کہ ارادہ کرتے ہی سارے گناہ یکدم چھوٹ جائیں۔ اگرچہ ممکن ہے مگر پھر بھی بعض گناہوں کو چھوڑنے کے لئے بقول امام غزالی بعض اوقات ۲۰ سال کی محنت، شائد درکار ہو سکتی ہے۔

آقائے مہدی، بحر العلوم، ایک دفعہ دوران درس مسکرائے، شائد گردوں نے دریافت کیا کہ اس مسکراہٹ کا سبب کیا ہے؟ تو فرمایا ۲۰ سال کی محنت، شائد کے بعد مجھے آج محسوس ہوا ہے کہ آج میرے تمام اعمال ریاکاری سے پاک ہو گئے ہیں۔
تو خواہ کتنا ہی وقت کیوں نہ لگے، مومن پہلا قدم تو اٹھانی لے۔ انشاء اللہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ وہ تمام گناہوں کے ترک پر قادر ہو جائے گا اور اگر اس دوران اسے موت آگئی تو انشاء اللہ رحمت خدا اسکے شامل حال ہوگی اور وہ بخش دیا جائے گا۔

﴿ چھوٹے گناہوں (گناہانِ صغیرہ) سے بھی اپنے آپ کو بچانیے ﴾

اگر چھوٹے گناہوں کو معمولی سمجھ کر کوئی شخص ارتکاب کرے گا تو اس میں خوف کا مادہ کم ہو جائے گا اور پھر بڑے گناہوں کی طرف بھی وہ لامحالہ جائے گا اور اُن کا ارتکاب کرے گا۔

اور اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ جیسے کوئی کہے کہ میں کبیرہ گناہوں سے خود کو بچاتا رہوں گا اور صغیرہ ہو جائیں تو قابلِ معافی ہوں گے، ایسا ہی ہے جیسے کوئی بڑے سانپ سے خود کو نہ ڈسوائے بلکہ چھوٹے سانپ سے ڈسوالے۔ کیا کوئی یہ گوارا کر سکتا ہے کہ گھر میں چھوٹی سی پنکھاری لگا دی جائے حالانکہ اس کی حقیقت ہی کیا ہے؟ لیکن پھر کوئی یہ گوارا نہیں کرتا اور یہ کہتا ہے کہ خداوندی گڑی نہ لائے۔ بعض دفعہ یہی چھوٹی سی پنکھاری غضب ڈھا دیتی ہے۔ افسوس ایک معمولی سی دنیاوی چیز کی تو اتنی قدر اور ایسی احتیاط اور متاعِ ایمان کی ایسی بے قدری کہ اس میں گناہانِ صغیرہ کی پنکھاری بھی لگانا گوارا ہے۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ آپ چھوٹے چھوٹے گناہوں سے اپنے آپ کو بچائیں گے تو بڑے گناہوں سے لامحالہ ضرور ہی اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کریں گے اور رفتہ رفتہ سارے گناہ چھوٹے چلے جائیں گے۔

﴿ پختہ ارادہ کر لیجنے ﴾

اکثر لوگ کہتے ہیں کہ فلاں کام ہم نے کرنا چاہا لیکن نہیں ہوا یا ہم نے کئی دفعہ گناہ چھوڑنے کا ارادہ کیا مگر ٹوٹ گیا۔ یقین جانئے کہ انہوں نے اس کا ارادہ ہی نہیں کیا تھا۔ ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کام کی تمنا تو کی تھی مگر ارادہ نہیں کیا تھا۔ کیونکہ پختہ

ارادہ کے بعد عمل ہوئی جایا کرتا ہے، یوں کبھی اتفاقاً نہ ہوا تو الگ بات ہے۔ (والتا در کالمعدوم) جیسی نیک کام کے ارادہ پر بھی ثواب لکھا جاتا ہے۔ شیطان لشکروں پر آپکی جیت آپکے ارادہ پر موقوف ہے۔ ادھر آپ نے پکا ارادہ کیا ادھر لشکر شیطان مغلوب ہو جائے گا۔

اب رہا یہ سوال کہ پختہ ارادہ کیوں نہیں ہوتا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کی عظمت اور خوف دل میں نہیں ہے۔ گناہ اور نافرمانیوں کو ایک معمولی چیز سمجھ رکھا ہے۔ عام مومن کوئی چوری نہیں کرتا، ڈاکہ نہیں ڈالتا، خچی کہ راستوں میں رفع حاجت تک نہیں کرتا، معلوم ہے کہ یہ قانونا مجرم ہے۔ جاہل کا خوف دل میں ہے، معلوم ہے کہ میری کوئی عذر خواہی نہ ہوگی اور سزا دی جائیگی۔ اسی طرح گناہوں کی سزا کے متعلق بھی سوچا جائے اور حشر کی سبکی پر نگاہ ہو تو پھر پختہ ارادہ ہوئی جاتا ہے۔ گناہوں کے لئے بہانے بنانا قبول نہ کیا جائے گا۔ چلیں اگر بہانے اور عذر سن بھی لئے جائیں تو وہ صرف ان گناہوں میں بظاہر چل سکتے ہیں جن کے چھوڑنے میں آمدنی کا بظاہر کوئی نقصان ہو جیسے سود۔ مگر پھر سوال یہ ہے کہ وہ گناہ کیوں کئے جاتے ہیں جن کے چھوڑنے میں آپکا کوئی نقصان بھی نہیں، جیسے جھوٹ، غیبت، لوگوں کو ستانا، اس میں کونسا فائدہ ہے؟

گناہ کرنے والوں سے راحت کو سوس دور ہے۔ کھانے پینے کی فراغت کا نام عیش میں ہے۔ اصل راحت دل کی راحت و چین ہے جو گنہگاروں کو نصیب نہیں۔ کافر تو بے فکر ہو کر گناہ کرتا ہے کیونکہ اُسے آخرت کا یقین نہیں مگر مسلمان کو تو گناہ کرتے وقت بھی مزہ نہیں آتا۔ بار بار دل میں خوف خدا سے خطرہ پیدا ہوتا ہے یعنی گناہ ہوتا بھی ہے اور بے لذت بھی۔

﴿ گناہ کے وسوسوں سے نہ گھبرائیں ﴾ ﴿ بس اُن پر عمل نہ کریں ﴾

کتنے ہی گناہوں کے وسوسے آئیں، ”لاکھ تقاضہ گناہ ہو آپ بس اُس پر عمل نہ کریں، آپ کا تقویٰ بالکل ٹھیک رہے گا۔ انسانی جسم میں ہر وقت کچھ نہ کچھ فضیلت موجود رہتے ہیں۔ ایک سرے کرانے سے نظر بھی آجائیں گے لیکن جب تک وہ گندگی باہر نہ نکلے آپ کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اسی طرح گناہوں کے وسوسے ہیں، بس اس پر اگر عمل نہ ہو، آپ کا تقویٰ باقی رہے گا۔

﴿ حضرت یوسفؑ کی طرح بھاگئے ﴾

حضرت یوسفؑ کو زلیخا جس مکان میں لے گئی، اس مکان کے سات حصے تھے اور ہر حصہ مقلل تھا تا کہ حضرت یوسفؑ باہر نہ جا سکیں۔ زلیخا نے خوشامدیوں کیں، دھمکیاں بھی دیں لیکن عصمتِ نبوت کے سامنے ایک نہ چلی۔ حضرت یوسفؑ نے دیکھا کہ ہر دروازہ مقلل ہے، کوئی صورت کرنا چاہیے۔ چنانچہ آپ نے بھاگنا شروع کیا۔ آپ جس دروازے پر پہنچے، اُس کا تالا خود بخود ٹوٹ کر گر جاتا اور دروازہ کھل جاتا۔ اس کے لئے مولانا رومؒ نے فرمایا کہ

ترجمہ:- ”اگر شیطان و نفس کے پھندے سے بچنے کا کوئی دروازہ نظر نہیں آتا، پھر بھی مایوس نہ ہونا چاہیے بلکہ حضرت یوسفؑ کی طرح دوڑنا چاہیے۔ پھر دیکھئے دروازہ پیدا ہوتا ہے یا نہیں؟“

لہذا آج کل پر اس اہم کام کو نہ نالے۔ ہمت کیجئے۔ کالمین میں نہ اٹھائے گئے تو تاہمین میں ضرور اٹھائے جائیں گے۔

ترکِ گناہان کے چالیس طریقے

Presented By: <https://jafrilibrary.com>
Presented by: <https://jafrilibrary.com>



گناہ چھوڑنے کے یہ ۴۰ عمومی طریقے ہیں کہ جن پر عمل سے عمومی طور پر تمام گناہوں سے چھٹکارہ مل جاتا ہے۔ ورنہ گناہ چھوڑنے کے کچھ خصوصی طریقے بھی ہیں جو ہر گناہ سے الگ الگ متعلق ہیں مثلاً کچھ مخصوص طریقے ہیں جو غرور و تکبر سے نجات دلاتے ہیں، کچھ مخصوص طریقے ہیں جو ریا کاری سے نجات دلاتے ہیں، کچھ ہیں جو غصہ اور غضب سے متعلق ہیں، کچھ ہیں جو خبث جاہ و شہرت اور نصیبت و بدگمانی کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں۔ ان کو اگر الگ الگ بیان کیا جائے تو بہت زیادہ طوالت کا خوف تھا۔ لہذا فقہان طریقوں کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ جن سے گناہ گار کی عمومی صلاحیت گناہی متاثر ہو جائے اور وہ مجموعی طور پر تمام گناہوں سے نکل جائے۔

﴿ اپنے طیب خود بنیئے ﴾

اسلام نے انسان کو یہی حکم دیا ہے کہ اپنی حفاظت خود کرے اور یہی بہت بڑا تربیتی قاعدہ ہے۔ اسی لئے قرآن میں فرمایا ہے کہ

ہر انسان اپنی نیکی اور بُرائی سے خود آگاہ ہے اگرچہ وہ غور کرتا رہے۔

امام صادقؑ نے بھی فرمایا: تمہیں اپنے نفس کا طیب اور معالج قرار دیا گیا، تجھے مرض بتلایا جا چکا، صحت و سلامتی کی علامت بھی بتلائی گئیں اور تجھے دوا بھی بیان کر دی گئی ہے۔ پس خوب فکر کرو کہ تم اپنے نفس کا کیسے علاج کرتے ہو؟

امیر المومنین فرماتے ہیں کہ: انسان کے لئے لائق یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کی سرپرستی کو اپنے ذمہ قرار دے اور ہمیشہ اپنی روح اور زبان کی حفاظت کرتا رہے۔

اب یہ ہمارے اوپر منحصر ہے کہ ہم وہ تمام مقدمات فراہم کریں کہ ہم میں اپنے روحانی علاج کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔

اگر ایک شیشی کے منہ کو مضبوطی سے باندھ دیں اور اسے دریا میں ڈال دیں تو ایک سال بھی وہ شیشی دریا میں پڑی رہے لیکن اُس میں پانی کا ایک قطرہ بھی داخل نہیں ہو سکتا۔ اس میں تصور کس کا ہے؟ دریا کا یا شیشی کا؟ کہ اس کا منہ ہی بند ہے۔ اب ہم جس قدر بھی اس کا منہ کھولیں گے پانی اُسی قدر اس کے اندر جائے گا۔ اگر شیشی میں ایک سوراخ پیدا ہو جائے تو پانی قطرہ قطرہ اس میں جانا شروع ہوگا اور اگر ایک مرتبہ شیشی کا منہ کھول دیا جائے تو پوری شیشی فوراً پانی سے بھر جائے گی۔

اسی طرح اگر کوئی مہذب نہ ہو تو نور خدا بھی اس کے دل میں نہ چمکے گا۔ تو یہ کوتاہی پروردگار کی رحمت ہے کہ اس کی نہیں بلکہ خود اپنی کوتاہی ہے کہ اس شیشی کا منہ بند کر رکھا ہے اور عزم و ارادہ سے کام ہی نہیں لیا ہے ورنہ دنیا کے امور کے لئے تو کیسے عزم و ارادے سے کام لے کر مقاصد کو حاصل کیا جاتا ہے؟

﴿طریقہ: رورو کر خدا سے دعائیں کریں﴾

کہ اے اللہ آپ کی راہ میں، میں نفس کے مقابلے میں مغلوب ہو رہا ہوں، نفس مجھ پر غالب آ رہا ہے، بار بار توبہ کرتا ہوں، ٹوٹ جاتی ہے۔ اے اللہ میں کمزور ہوں، آپ تو کمزور نہیں ہیں۔ بچہ اگر کمزور ہے تو کیا ہوا باپ تو طاقتور ہے، اے اللہ آپ تو طاقتور ہیں اپنی طاقت بھیج دیجئے۔ آپ غالب ہیں، ہم کو بھی ہمارے نفس پر غالب کر دیجئے۔ یعنی اگر میرے گناہوں کی وجہ سے آپ نے مجھے جہنمی لکھا ہوا ہے تو اس فیصلے کو کاٹ کر مجھے جہنمی لکھ دیجئے۔ یعنی آپ کا فیصلہ آپ پر حکومت نہیں کر سکتا۔ آپ کی قضاء و قدر اور آپ کا فیصلہ آپ پر حاکم نہیں ہے، آپ کا محکوم ہے۔ لہذا حضورؐ نے بھی اپنی اُمت کو سکھایا کہ اللہ سے فیصلے بدلوا، تقدیریں بدلوا، اللہ سے فیصلے بدل سکتی مگر خالق اپنے فیصلہ بدل سکتا ہے۔ لہذا گناہوں سے بچنے کے سلسلے میں اللہ ہی سے

فریاد کرو، پھر دیکھو وہ کیسے مدد کو آتا ہے۔

اور اسی لئے اللہ نے سورۃ الحمد میں ”مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ“ فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میری حیثیت قاضی اور جج کی نہیں ہوگی کہ وہ تو قانون مملکت کے پابند ہوتے ہیں۔ قانون کے خلاف نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں مالک ہوں قیامت کے دن کا۔ قاضی اور جج کی طرح سے پابند قانون نہ ہوں گا۔ جو گناہ گار قانون کی زد سے جہنم کا مستحق ہوگا تو میں قانون سے مجبور نہ ہوں گا کہ اُسے جہنم ہی میں ڈال دوں، جس کو چاہوں گا اپنے مراسم خسروانہ اور اپنی رحمتِ شاہانہ سے بخش دوں گا۔

جب ایک بچہ کھینچو چلتا ہے اور باپ اس کے ساتھ ہے تو جب وہ تھک جاتا ہے تو باپ گود میں اٹھا لیتا ہے، یہی اب بچے کی ہمت بندھ جاتی ہے اور پھر وہ دو چار قدم بھی چلتا ہے تو باپ کی شفقت جوش میں آجاتی ہے اور وہ جلدی سے گود میں اٹھا لیتا ہے اور

إِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ (سورۃ العنکبوت آیت ۲۹)

بے شک اللہ محسنین کے ساتھ ہے۔

کہ تم ہمت کرو تمہاری انگلی پکڑ کر لے چلیں گے اور قاعدہ بھی ہے کہ جب باپ بچے کی انگلی پکڑ لیتا ہے تو بچہ بے فکر ہو جاتا ہے اور اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ تم گھبراؤ نہیں تم ہمت کرو گے، ہم تم کو منزل تک پہنچادیں گے۔

دعا تو شیطان تک کی خدا نے قبول کی ہے اور وہ درخواست بھی قبول کی جو خاص عتاب کے وقت (بالعموم حالتِ غضب میں کوئی کسی کی درخواست قبول نہیں کرتا) اور شیطان کو وقت معلوم تک کی مہلت دے دی گئی۔ تو جب اسکی یہ دعا قبول ہوگئی تو ایک مومن کی دعا قبول ہونے میں کونسا امر مانع ہے۔

شیطان کے اس قصبے میں مسلمانوں کے لئے ایک خوشی کا پیغام بھی ہے کہ جب

بارگاہ الہی میں دشمن خدا کی دُعا قبول ہوئی تو ہماری کیوں قبول نہ ہوگی۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ ہم شیطان کے برابر ہی اڑیل ہو جائیں۔

شیطان کے اس واقعہ سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اول تو اس کی بے حیائی کہ جو تیاں سر پر پڑ رہی ہیں اور اُس کو درخواست اور دُعا سوجھ رہی ہے۔ دوسرا اس کا یقین کہ باوجود اتنی بڑی نافرمانی کے پھر بھی اس کو پورا یقین کہ ضرور درخواست قبول ہوگی۔ تیسرا خدا کا فضل و کرم، جب دشمن کے ساتھ یہ برتاؤ ہے تو دوستوں کو کب محروم کیا جاسکتا ہے۔

لہذا دُعا کے ساتھ گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتے رہیے۔ بار بار کی ناکام کوششوں پر بھی ثواب ملے گا۔ ایک صاحب علم نے جب حج کیا تو کہا اے اللہ! میں نے حج کر لیا ہے، اب ثواب دیجئے خواہ حج قبول ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ اگر قبول ہو چکا ہے تب تو حجِ مبرور پر ثواب دینے کا آپ کا وعدہ ہے ہی اور اگر قبول نہ ہو تو یہ سخت مصیبت ہے اور مصیبت زدہ کے لئے بھی آپ نے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔ لہذا اُس دربار میں کوشش کے بعد ناکامی بھی کامیابی ہے۔

بلکہ خاصانِ خدا اور خدا کے مقبول بندوں و علماء سے ترکِ گناہان کے لئے دعا کروائیے۔ خدا اپنے پیاروں کی دُعا کو ضرور سنتا ہے۔ محمد و آلِ محمد کا واسطہ دے کر بچے دل سے خدا سے مدد مانگئے، ناممکن ہے کہ یہاں سے طلب شدید ہو اور وہاں سے مدد نہ آئے۔ اے خدا آپ نے مجھے گناہ سے بچنے کی جو ہمت دی ہے اور تقویٰ کی جو صلاحیت دی ہے، اس کو مجھے استعمال کرنے کی توفیق دے دے کیونکہ اگر یہ طاقت نہ ہوتی تو تقویٰ فرض نہ ہوتا۔ کمزور پر تقویٰ فرض کرنا ظلم ہے اور اللہ ہر ظلم سے پاک ہے۔ تو معلوم ہوا کہ تقویٰ کی طاقت تو ہے، گناہ سے بچنے کی طاقت ہے مگر ہم اس کا

استعمال نہیں کرتے۔ لہذا اے پروردگار جو ہمت آپ نے مجھے دی ہے، اُس کے استعمال کی توفیق دے دیجئے۔

طریقہ ۱: بُرے دوستوں کی صحبت سے کنارہ کشی

رسول اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ: ہر شخص اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، پس ہر شخص کو چاہئے کہ وہ یہ دیکھ لے کہ کس شخص کو دوست بنا رہا ہے۔
کہ اگر وہ دین دار ہے تو یہ شخص بھی دین دار ہے، اگر وہ بے دین یا بے عمل ہے تو یہ بھی ایسا ہی ہے۔ لہذا دوست کی بددینی سبب ہے اس کی بددینی کا اور دوست کی دینداری سبب ہے اس کی دینداری کا۔

ہمیں یہ غور کرنا بہت ضروری ہے کہ جس شخص کو میں نے دوستی کے لئے انتخاب کیا ہے آیا وہ دینداری کی حیثیت سے لائق دوستی ہے یا نہیں۔

بہت سی بیماریاں اُڑ کر لگتی ہیں اور لوگ ایسے مریضوں کی عیادت کو بھی نہیں جاتے بلکہ جو امراض غیر متعدی ہیں یعنی دوسروں کو نہیں لگتے، ان میں بھی یہ احتیاط کی جاتی ہے بلکہ اپنی اولاد کو بھی بچاتے ہیں۔

لوگوں سے ملنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ جیسے ضرورتاً بازار جانا ہوتا ہے کہ جس میں لوگوں سے ملنا ہوتا ہے۔ بلکہ ملنے سے مراد ہے دوستی کا ملنا۔ جسی رسولؐ نے فرمایا کہ:

علیٰ دین خلیلہ (اپنے دوست کے طریقے پر)

یہ نہیں فرمایا کہ:

علیٰ دین صاحبہ (اپنے ساتھی کے طریقے پر)

ظلیل کہتے ہیں جس کے ساتھ دل مل جائے۔

اب دیکھیں کہ لوگ اپنی اولاد کے لئے کیسے کیسے انتظامات کرتے ہیں، انہیں دنیاوی علوم سکھاتے ہیں اور اولاد بیمار ہو جائے تو ہزاروں روپے علاج پر خرچ کرتے ہیں مگر یہ فرمائیے کہ کسی نے اپنی اولاد کی اس ضرورت یعنی اچھے دوستوں کی صحبت کے متعلق بھی غور و فکر یا اقدام کیا ہے؟

تو جب یہ معلوم ہو گیا کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اور دین کی درستی ضروری ہے تو اب ہر شخص یہ غور کرے کہ وہ کس سے دوستی رکھتا ہے کہ اچھا دوست دین اور تقویٰ میں بھی ترقی کا سبب ہوگا؟

لیکن دین داروں کی بھی یہ حالت ہے کہ جتنا دین اختیار کر لیا ہے اسی پر بس کئے ہوتے ہیں، ترقی نہیں کرتے حالانکہ ہر چیز میں ترقی کرنے کا سبق پڑھایا جاتا ہے۔ اخباروں، رسالوں اور لیکچروں میں دین کی ترقیب ہوتی ہے۔ تو جب دنیا کی باتوں میں ترقی کی ضرورت ہوتی ہے تو دین کی ترقی بھی ضروری ہے۔ سارے دنیاوی کام ضروری ہیں، اگر غیر ضروری ہے تو وہ صرف دین ہے۔ لیکن جب دین ہی نہ ہو تو خواہ دنیا کتنی ہی حاصل ہو جائے، کس کام کی؟

۔ نہ نماز ہے نہ روزہ ہے نہ زکوٰۃ ہے نہ حج ہے

تو پھر اس کی کیا خوشی ہو کوئی جنت ہے کوئی جج ہے

مگر اب تو حالت یہ ہے کہ اچھے اور دین دار دوستوں کی صحبت کا بھی اہتمام نہیں ہے اور اگر ہوتا بھی ان سے بجائے اس کے کہ دین میں ترقی کرتے، دنیا ہی کے متعلق بات چیت اور اقدام تک محدود رہے۔ یعنی دین داروں سے دوستی کی بھی تو دنیا کی خاطر۔ دیندار کی صحبت نیک کا پہلا اثر دل پر یہ ہوتا ہے کہ پہلے تو یہ شبہ دل میں ہوتا ہے کہ میرے اندر فلان کی پائی جاتی ہے اور دوسرے یہ کہ بُری باتیں، واقعات ہی محسوس

ہونے لگتی ہیں اور رفتہ رفتہ تمام بُرائیاں جاتی رہتی ہیں۔ جیسی کہا گیا ہے کہ

یک زمانہ صحبت با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعتِ برے دیا

تھوڑی دیر اللہ والوں کی صحبت، سو سالہ برے ریا طاعت سے بھی بہتر ہے۔

ایک شبہ: بہت سے زاہدان خشک اچھے دوستوں کی صحبت میں وقت صرف کرنے کو بھی منع کرتے ہیں تاکہ خلوت میں خدا سے مناجات کی جائے، دوستوں کے ساتھ وقت نہ لگایا جائے۔ اس کا جواب کسی نے کیا خوب دیا ہے کہ: یہ جو آپ خلوت (تہائی) کو صحبت (میل ملاپ) پر ترجیح دے رہے ہیں تو اس خلوت کی خوبیاں بھی آپ کو خلوت ہی کی بدولت معلوم ہوتی ہیں۔ ہاں البتہ اگر صحبت نیک یا اچھے دوست میسر نہ ہوں تو پھر تہائی ہی خوب ہے کہ اگر کسی مریض کو دو میسر نہ ہو تو پرہیز تو اس کو لازمی ہی ہے۔

سورہ زُخرف، آیت ۶۳ میں ارشاد ہے کہ ”جو کوئی رخصت کے ذکر سے منہ موڑے گا، ہم شیطان کو اس کے پیچھے چھوڑ دیتے ہیں جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہے اور وہ (شیاطین) ایسے لوگوں کو اللہ کی یاد سے روک دیتے ہیں جبکہ وہ سمجھتے ہیں کہ وہی حقیقی ہدایت یافتہ ہیں۔ جب قیامت کے دن وہ ہماری بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو کہیں گے کہ کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب جیسا فاصلہ ہوتا۔ تو (شیطان) کس قدر بُرا ساتھی تھا۔

سورہ فرقان میں بُرے لوگوں کی صحبت میں خراب ہو جانے والے لوگوں کے اثرات بیان کئے ہیں کہ ”جس دن ظالم حسرتِ شدت کی وجہ سے اپنے ہاتھ چپائے گا اور کہے گا کاش میں نے رسولؐ کے ساتھ راستہ اختیار کیا ہوتا۔ کاش میں نے فلاں (گمراہ شخص) کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اُس نے مجھے اللہ کی یاد سے روک دیا۔“



لہذا گناہوں سے بچنے کے لئے پوری کوشش کریں کہ نیکو کار اور صالح افراد کو اپنا دوست بنا لیں۔ جیسی مولانا علی کا ارشاد ہے کہ ”اہل عقل کی صحبت دلوں کو آباد کرتی ہے“ ایک اور مقام پر فرمایا ”نیک لوگوں کی صحبت بُرے لوگوں کو نیک لوگوں سے ملا دیتی ہے اور بُرے لوگوں کی صحبت نیک لوگوں کو بُرے لوگوں سے ملحق کر دیتی ہے۔“

حضرت لقمان کی نصیحت ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ ”اے بیٹا! اہل علم سے دوستی کرو اور ان کے نزدیک رہو۔ اُن کے گھر آیا جایا کرو تا کہ اُن جیسے ہو جاؤ اور (دنیا و آخرت میں) ان کے ساتھ رہو۔ (عزْرُ الْحَكَم)

گناہ اور بُری اخلاقیات متعدی بیماریوں کی طرح ہوتی ہیں۔ (لگ جانے والی بیماریاں) جو تیزی سے دوستوں اور ساتھیوں میں منتقل ہو جاتی ہیں۔ خاص طور پر اگر انسان کم عمر ہو، معلومات کم ہوں، ایمان و عقائد کمزور ہوں تو دوسروں کی اخلاقی خصوصیات تیزی سے اثر انداز ہوتی ہیں۔ ایسے بُرے افراد سے میل جول انسانوں کے لئے زہر قاتل ہے۔

نو جوان اگر یہ دیکھیں کہ میرے کچھ ایسے دوست ہیں جو مجھے بُرائیوں میں مبتلا کرتے ہیں، اُن کے ساتھ رہنے سے میں گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہوں تو ایسے دوستوں کو سمجھائیں ورنہ اُن سے کنارہ کشی کریں۔ جناب نوحؑ کے کافر بیٹے کی ہت دھری اور کفر کی وجہ اُس کے بُرے دوست بتائی گئی ہے۔

﴿ طریقہ ۳: دوسروں کو دیکھیں ﴾

﴿ اور عبرت حاصل کریں ﴾

مشہور ہے کہ السَّعِيدُ مَنْ وَعِظَ بِغَيْرِهِ
خوش قسمت ہے کہ جو دوسروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کر لے۔

پروردگار عالم کا بھی ارشاد ہے کہ:

لَقَدْ كَانَ لِمَنْ فِي قَصَبِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ط (سورہ ہود، آیت ۱۱)

ہم نے پچھلی امتوں کے قصے اس واسطے بیان کئے ہیں تاکہ لوگ عبرت پکڑیں۔
کہ فلاں شخص نے ایسا کیا تھا تو اس کو وہ عذاب ملا تھا اور رسول اللہ جب معراج پر گئے تو انہوں نے گناہ گاروں پر ان کے ایسے دردناک عذاب دیکھے جو ہم اپنی عام زندگی میں انجام دیتے رہتے ہیں مثلاً جھوٹ، نفیبت، تہمت، بے پردگی وغیرہ۔ ہم بھی اگر یہی انجام دیں گے تو ایسی ہی سزا پائیں گے۔

لہذا مرنے والوں بلکہ مصیبت زدہ لوگوں کو دیکھ کر بھی عبرت حاصل کیجئے۔ جب کوئی مر جائے تو چونکہ ہمارے لئے بھی یہ دن آنے والا ہے تو اس سے بھی عبرت حاصل کر کے اپنا حال درست کرنے کی فکر کیجئے۔

لیکن آج کل غفلت کچھ ایسی بڑھ گئی ہے کہ مرنے والوں کو دیکھ کر بھی ہماری حالت میں ذرا تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ لہذا دوسروں کو جتلائے مصائب دیکھ کر بھی ڈریئے کہ اکثر مصیبتیں گناہوں کو انجام دینے سے وارد ہوتی ہیں۔ جیسی اکثر مقامات پر تنبیہ آتی ہے کہ جتلائے مصیبت کو دیکھ کر مت ہنسو۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ

فَبِزُحْمِهِ اللَّهُ وَبَيْنَلَيْك

اللہ اس پر رحم فرمادے اور تم کو جتلائے مصیبت کر دے۔

سب تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھا کھانا کھا رہا تھا کہ اس وقت ایک فقیر مانگنے کے لئے آیا، اُس نے فقیر کو جھڑک دیا۔ پھر اتفاق سے اس کے ایسے حالات ہو گئے کہ کاروبار تباہ ہو گیا اور اتنا پریشان ہوا کہ بیوی کا نان و نفقہ تک برداشت نہ کر سکا اور اسے طلاق دے دی۔

بیوی نے کسی اور دولت مند سے نکاح کر لیا۔ اتفاق سے وہ عورت اپنے دوسرے شوہر کے ساتھ کھانا کھا رہی تھی کہ کوئی فقیر دروازے پر آیا تو اس شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ جاؤ اسے کچھ خیرات کر دو۔ دروازے پر گئی اور روتی ہوئی واپس لوٹی اور کہا کہ یہ تو میرا پہلا شوہر ہے اور سائل کو جھڑکنے کا واقعہ بیان کیا۔ اس کے دوسرے شوہر نے کہا کہ شاید تم نے مجھے نہیں پہچانا، میں وہی جھڑکا ہوا سائل ہوں۔ خدا نے مجھے مال بھی عطا کیا اور اس کی بیوی بھی دی۔

غرض خدا کی قدرت بھی بڑی عجیب ہے۔ اس سے ہمیشہ عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ نجانے کس بات نے ہمیں اس قدر بے فکر کر دیا ہے کہ کسی حادثہ کو دیکھ کر بھی مستحکم نہیں ہوتے حالانکہ پروردگار کو ہر جگہ قدرت حاصل ہے۔ اس سے بچ کر کہاں جائیں گے، پھر بھی گناہوں پر اتنی دلیری؟

ایک ملاج سے کسی نے پوچھا کہ تمہارے والد کا انتقال کیسے ہوا؟ اُس نے کہا دریا میں ڈوب کر، اس نے پوچھا دادا کا؟ کہا وہ بھی پانی میں ڈوب کر۔ اس شخص نے ملاج سے کہا کہ تم پھر بھی دریا میں رہتے ہو، ڈرتے نہیں؟ ملاج نے سوال پوچھنے والے سے پوچھا، آپ کے والد محترم کا انتقال کہاں ہوا تھا، اُس نے کہا گھر میں، پوچھا دادا کا انتقال کہاں ہوا تھا! کہا گھر میں، ملاج نے کہا پھر بھی تم گھر میں رہتے ہو اور ڈرتے نہیں ہو۔

تو اللہ تعالیٰ کی قدرت تو ہر جگہ موجود ہے، اس کے قبر سے تو کسی جگہ مامون نہیں ہو سکتے۔ البتہ بچنے کی فقط ایک صورت ہے۔ حضرت موسیٰ سے پوچھا گیا کہ اگر آسمان کمان ہو اور مصیبتیں تیر ہوں اور خدا تعالیٰ تیرا انداز ہو تو انسان بچ کر کہاں جائے؟ تو حضرت موسیٰ نے فرمایا: تیرا انداز کے قریب ہو جائے کہ تیرا ڈور والے پر چلائے جاتے ہیں۔

پوچھنے والے نے گواہی دی کہ بے شک آپ اللہ کے نبی ہیں کہ یہ جواب سوائے نبی کے کوئی اور نہیں دے سکتا۔

جب کسی بچے کی پیدائش کی اطلاع ملے تو اپنی آخرت کو یاد کرے کہ اب تو کتنی نئی نسلیں پیدا ہو چکی ہیں اور میرا رخصت کا وقت قریب آ رہا ہے۔

لوگوں کو بازاروں و شاہراہوں پر چلتے دیکھئے تو سوچئے کہ میں نہ ہوں گا اور یہ سارے کام ویسے ہی چلتے رہیں گے تو کیوں نہ میں اس جگہ کو یاد کروں جہاں مجھے ہمیشہ رہنا ہے۔ کسی کے انتقال کی خبر سنیں تو اپنی حالت کا تذکرہ کریں۔

دنیا کی آگ کو دیکھیں اور جہنم کی آگ کا تصور کریں
نَحْنُ بِجَعْلِنَهَا تَذَكِرَةٌ (سورہ المؤمنہ: ۷۳)

ہم نے اس دنیا کی آگ کو آخرت کی آگ کی یاد دہانی کا سبب قرار دیا ہے۔

(خدا کرے کہ ہم اس آگ سے عبرت پکڑیں)

روایت میں ہے کہ ایک روز امام محمد تقی کی خدمت میں گرم گرم شور بہ رکھا گیا۔ حضرت نے اسے ہاتھ لگایا، دیکھا گرم تھا تو اس وقت امام نے فرمایا

اعوذ باللّٰه من النار

میں جہنم کی آگ سے پناہ مانگتا ہوں

یعنی جب میں اس شور بے کی حرارت کو برداشت نہیں کر سکتا تو بھلا جہنم کی آگ کو کس طرح برداشت کر سکوں گا۔

اس پر امام علی کا وہ واقعہ یاد کیجئے کہ جب امام ایک عورت کے یتیم بچوں کے لئے روٹی پکا رہے تھے تو امام ہماری تمبیہ کے لئے جہنم کی آگ کو یاد کر رہے تھے۔

طریقہ ۷: متمنی اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کریں

خصوصاً ایسے مومنین جو علم دین بقدر ضرورت رکھتے ہوں، خواہ پڑھ کر، خواہ علماء کی صحبت سے عمل میں مستقیم ہوں، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے ہوں، علماء سے رُوگرداں نہ ہوں اور نہ اُن سے استفادہ میں کوتاہی کرتے ہوں اور اُن کی صحبت میں آخرت سے رغبت اور دنیا سے بے رغبتی کی خاصیت ہو۔

جس میں یہ علامات ہوں، اس سے تعلق خاطر پیدا کر لیں پھر دیکھیں کہ اس کے آثار آپ میں کیسے سرایت کرتے ہیں اور خود بخود گناہوں سے نفرت اور نیکیوں کی طرف رغبت بڑھ جائے گی۔
جبھی قرآن میں کہا کہ:

وَتَكُونُ مَعَ الصَّالِحِينَ (سورہ تہ: آیت ۱۱۹)

اور بچوں کے ساتھ ہوں گا۔

کہ اگر ان کے ساتھ رہو گے تو ان کے دل کا تقویٰ تمہارے دل میں منتقل ہو جائے گا مگر دل سے محبت کرو۔ ان کے دل سے اپنا دل ملا دو، چراغ سے چراغ جل اٹھتا ہے۔ اگر چراغ کا برتن ہزاروں روپے کا بھی ہے، اس پر کتنے ہی ہیرے کیوں نہ جڑے ہوں اس وقت تک روشن نہیں ہو سکتا جب تک کسی جلتے ہوئے چراغ کی لُو سے لمس نہ ہو جائے۔ اس کے بغیر نہ تو وہ خود روشن ہوگا نہ کسی دوسرے چراغ کو روشن کر سکے گا۔

اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ اگر دو تالاب ہوں اور ایک تالاب مچھلیوں سے محروم ہو اور دوسرے تالاب میں مچھلیاں ہوں، اگر یہ خالی تالاب اپنی سرحدیں، بھرے

ہوئے تالاب کے لئے کھول دے تو اس کی ساری مچھلیاں اس خالی تالاب میں آجائیں گی۔ اسی طرح دین داروں سے تعلق رکھنے سے اُن کے دل کا تقویٰ اُن کے دوستوں کے دلوں میں سرایت کر جاتا ہے۔

مٹھائی کا نام لینے سے منہ بیٹھا نہیں ہوتا۔ اسم کے رٹنے سے مسٹی کا ملنا لازم نہیں آتا، مسٹی اُن سے ملتا ہے جو مسٹی والے ہیں۔ کسی مرد بزرگ کا کیا خوب کہتا ہے کہ مٹھائی والے سے مٹھائی ملتی ہے، کپڑے والے سے کپڑا ملتا ہے، امرود والے سے امرود ملتا ہے، آم والے سے آم ملتا ہے اور اللہ والوں سے اللہ ملتا ہے۔

آپ کے دل کو کبھی کبھی گناہ سے نہ ملے گا۔ گناہ مسلسل کرنے سے بھی شہوت کی آگ نہ بجھے گی۔ لیکن مسٹی و پریزگاروں کی صحبت سے جو آپ کے دل میں نور آئے گا وہ آپ کی نار شہوت کو ٹھنڈا کر دے گا اور گناہوں کے تقاضے مغلوب ہو جائیں گے۔ نور کا مزاج ٹھنڈا ہوتا ہے اور نار میں ٹکڑا اور آکر ہوتی ہے۔ نار کا الف ہمیشہ کھڑا رہتا ہے اور نور میں واؤ لگ جانے سے وہ جھکا رہتا ہے۔ اطاعت خدا کے سامنے سجدہ ریز رہتا ہے۔ لہذا جس کے دل میں مشقین کی صحبت سے نور آئے گا وہ واؤ بن جائے گا، اس میں تواضع کی شان پیدا ہو جائے گی۔

﴿ طریقہ ۵: اپنے ظاہر کو پہلے درست کر لیں ﴾

ظاہر کی درستی بھی بے کار نہیں ہے۔ بلکہ اس کا اثر ہمارے باطن پر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ جب فرعون کے جادوگروں سے مقابلے کے لئے تشریف لے گئے تو مقابلہ کے بعد ساحر تو مسلمان ہو گئے تھے لیکن فرعون نہیں ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ نے خدا سے سبب پوچھا تو ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ! ساحران فرعون نے اس وقت تمہارا لباس پہنا ہوا تھا، ہماری رحمت نے گوارا نہ کیا کہ تمہارے ہم لباس دوزخ میں جائیں۔ اس لئے ہم نے ان کو ایمان

کی توفیق دی اور فرعون اس سے محروم رہا۔ بس خلاصہ یہ ہوا کہ ظاہر کی درستی بھی اچھی چیز ہے کہ اس کے بعد میں باطن کی درستگی کا انتظام ہو جاتا ہے۔

مثلاً عورت اگر ظاہری پردے کی پابندی کرے اور مرد حضرات اگر داڑھی رکھ لیں تو وہ خود ہی دیکھیں گے کہ کچھ عرصے بعد اپنے اندر کتنی تبدیلی محسوس کریں گے اور ایک نورانیت اور قرب پروردگار کی لذت حاصل ہوگی اور پھر اپنا ظاہر شریعت کے مطابق بنا لینا آدمی کو مجبور کر دیتا ہے کہ وہ مزید گناہ نہ کرے اور اپنے اندر بد عملی کی وجہ سے وہ شرمساری محسوس کرتا ہے اور آہستہ آہستہ اُس سے گناہ چھوٹنے پلے جاتے ہیں۔

﴿ **طریقہ:** اللہ کی محبت کاملہ پیدا کریں ﴿

کہ وہ گناہوں سے بچاتی ہے ﴿

یہ نہ سمجھئے کہ محبت تو امر غیر اختیاری ہے۔ اس کا پیدا کرنا تو ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ پھر اس کی تدبیر کیا کریں؟ تو یہ سوچنا لطف ہے۔

چاہے محبت غیر اختیاری ہو مگر اس کو پیدا کرنے کے اسباب اختیاری ہیں۔ اس کے لئے ایک ۵ جزو کا نسخہ ہے۔ اس کا اہتمام کر کے دیکھ لیجئے، انشاء اللہ تھوڑے ہی دنوں میں خدا تعالیٰ سے محبت پیدا ہو جائے گی اور تمام امراض باطنی سے نجات مل جائے گی۔

(۱) تھوڑی دیر تنہائی میں ذکر خدا انجام دیں۔ چاہے ۲۰، ۱۵ منٹ ہی کیوں نہ ہو اور نیت اس کی یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو۔

(۲) کسی وقت تنہائی میں بیٹھ کر خدا کی نعمتوں کو سوچا کریں اور پھر اپنے طرز زندگی پر غور کریں کہ ان نعمتوں کے بعد بھی ہم خدا کے ساتھ کیا معاملہ کر رہے ہیں اور کس قدر احسان فراموشی کی زندگی گزار رہے ہیں اور اس کے باوجود پروردگار عالم ہمارے ساتھ کیسی لطف و مہربانی سے پیش آرہا ہے۔

۳) جو لوگ متقی و پرہیزگار و علماء ہوں ان سے اپنے احوال کی درستی کے لئے راہ و رسم پیدا کریں۔ اگر ان کے پاس جانا دشوار ہو تو کم از کم خط و کتابت و فون ہی کے ذریعے رابطہ رکھیں اور خدا کا راستہ ان سے دریافت کریں اور اپنے امراض بالطنی کا علاج اور دعا ان سے کروائیں۔

۴) خدا کے احکام کی پوری اطاعت کریں کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جس کا کہنا مانا جاتا ہے، اُس سے محبت بڑھ جاتی ہے۔

۵) پروردگار عالم سے دعا کریں کہ وہ اپنی محبت عطا فرمادیں۔

ان باتوں کی پابندی سے بہت جلد آپ اپنے اندر تبدیلی محسوس کریں گے۔

﴿طریقہ کے واجب و مستحب نمازوں کی ادائیگی﴾

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ (سورہ مائدہ آیت ۵۵)

پیشک نماز نہی اور فحش باتوں سے روکتی ہے۔

نماز آخر کس طرح گناہوں کی بجا آوری سے روکتی ہے؟ کیونکہ

۱۔ نماز سے گناہوں کا شوق نیکی کے شوق سے بدل جاتا ہے۔

۲۔ تین قوتوں کی کمی و زیادتی سے انسان گناہ کرتا ہے۔ قوت عقلیہ، شعورانیہ اور غصبیہ

اور نماز ان تینوں قوتوں کو اعتدال میں لے آتی ہے، جس سے گناہ چھوٹ جاتے ہیں۔

۳۔ دن کی ۷ رکعات میں نمازی ۱۰ مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھتے ہوئے صراطِ

الْمُسْتَقِيمِ پڑھتے ہوئے صراطِ مستقیم پر رہنے کی دعا مانگتا ہے اور صراطِ مستقیم پر وہی آتا

ہے جسے گناہ چھوڑنے کی توفیق ہو جائے اور یہ توفیق دعا اسی کو ہوتی ہے کہ جو نماز پڑھتا

ہے اور کیونکہ یہ دعا نماز ہی میں مانگی جاتی ہے لہذا فرمادیا کہ یہ گناہوں سے روکتی ہے۔

۴۔ نماز اگر جماعت سے پڑھی جائے تو بدرجہ اولیٰ گناہوں سے روکتی ہے کیونکہ

نماز جماعت پڑھنے سے صالحین کی صحبت ملتی ہے جس کا اثر یہ ہے کہ قلب بدل جاتا ہے۔ پہلے گناہوں سے مانوس تھا، اب نیکیوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ لہذا گناہ چھوڑنا آسان ہو جاتا ہے۔

اصول کافی میں رسول خدا سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا :
 ”جب نماز کا وقت آتا ہے تو ایک فرشتہ لوگوں کے درمیان آواز دیتا ہے کہ اٹھو اور اپنے پیچھے تم لوگوں نے جو آگ جلا رکھی ہے، اس کو نماز سے خاموش کر دو۔“
 بعض افراد ان واجب نمازوں فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی فضیلت سے ناواقف ہیں۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ :

”خدا کے نزدیک نماز واجب، ہزار حج اور ہزار عمرہ مقبول کے برابر ہے۔“

اصول کافی میں ایک روایت امام صادقؑ سے ہے کہ :
 ”ایک نماز واجب، بیس حج سے بہتر ہے اور ایک گھر جو سونے سے بھرا ہوا ہو اور اُس کو راہِ خدا میں خرچ کر دیا جائے، اُس سے ایک حج بہتر ہے۔“
 نماز کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ بقول امام صادقؑ ”اس کے لئے چار ہزار احکام ہیں۔“

امام نے مزید فرمایا کہ: ”معرفتِ خدا کے بعد میں کسی ایسی چیز کو نہیں جانتا جو نماز سے بہتر ہو۔“

نماز کے جتنے ارکان ہیں ان میں سے ہر ایک گناہوں سے روکنے میں معاون ہے۔ قیام، رکوع، سجدہ، دعا، خشوع و خضوع وغیرہ۔

تجربہ بھی اس بات کا شاہد ہے کہ بے نمازیوں کی نسبت بہر حال نمازی گناہ کم کرتے ہیں۔ اسی طرح نمازوں کو جماعت سے پڑھنے والے عموماً فراڈی پڑھنے

والوں سے کم گناہوں میں جتنا ہوتے ہیں۔ مسجد کی برکت سے انہیں توبہ کی بھی جلد توفیق ہو جاتی ہے۔

نمازوں سے صحیح معنوں میں گناہوں سے توبہ ہی بچا جاسکتا ہے کہ جب نمازیں مکمل احرام اور خشوع و خضوع سے پڑھی جائیں اور خدا کے دربار میں کسی بھاگے ہوئے غلام کی طرح واپس ہونا چاہیے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ خدا کے علاوہ گناہ گار کے پاس کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ جو آج اس کی بارگاہ میں پشیمانی سے سر جھکائے گا کل قیامت میں وہی سر بلند ہوگا کیونکہ وہ کریم ہے اور اپنے ان گناہ گار بندوں پر کرم کرنا چاہتا ہے جو اس کی طرف متوجہ ہوں۔

جو شخص سورہ کہف کی آخری آیت سوتے وقت پڑھے

تو جس وقت چاہے گا بیدار ہو جائے گا۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ ۚ فَمَن كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ۖ

یہ بات تخریب شدہ ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ جب چاہے گا اس آیت کو پڑھ کر بیدار ہو جائے گا۔

اسی طرح مستقل طور پر نماز جماعت میں شریک ہونا انسان کو منافق ہونے سے بچاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ: ”صبح اور عشاء کی نماز میں شریک ہونا منافقین کے لئے بہت دشوار ہے۔“

رسول اللہ ارشاد فرماتے ہیں: ”جو شخص عالم پیش نماز کی اقتداء میں نماز پڑھتا ہے گو یا وہ میری اور حضرت ابراہیمؑ کی اقتداء میں نماز پڑھتا ہے۔“

نمازی اپنے دل کو سمجھائے کہ تقویٰ اور گناہوں سے بچے بغیر اس نماز کا کیا فائدہ ہے؟

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ:

”ہماری ولایت عمل اور تقویٰ کے علاوہ کسی اور طریقہ سے نصیب نہیں ہو سکتی۔“

﴿ طریقہ ۵: چند مخصوص اذکار الہی کا ورد کرے ﴾

کچھ مخصوص اذکار کا زیادہ سے زیادہ ورد کرنا بھی گناہوں سے بچاتا ہے۔ حضور قلب، با وضو حالت میں قبلہ رخ ہو کر پوری توجہ کے ساتھ ان اذکار کو پڑھنے اور نتیجہ حاصل کرنے کے لئے کم از کم ۴۰ روز تک ان دستورات و وظائف پر عمل کرے، بہت ممکن ہے کہ خدا کا لطف و کرم اس پر ہو جائے۔ اگر مطلوبہ نتائج حاصل نہ ہوں تو بھی مایوس نہ ہو اور دوسرے چالیس شب و روز ان پر پھر عمل کرے۔ اسی طرح تیسرے اور چوتھے چالیس شب و روز، جب تک کہ نتیجہ حاصل نہ ہو، عمل کرتا جائے، جیسے ہی اس قابل ہوگا، اس کا دل خدا کے فیض کا عمل قرار پا جائے گا۔

مندرجہ ذیل چند اور ادبیت نفع بخش ہیں مثلاً!

☆ یا حَیُّ یا قَیُّوْمُ ☆ یا مَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ

☆ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ

☆ یا غَنیُّ یا مُغنیُّ ☆ یا فَتَّاحُ

اسی طرح نماز شب میں آیات سحرہ (سورۃ الاعراف کی آیات ۵۳، ۵۵، ۵۶) کو ۷۰ بار پڑھنا (جو یقین حاصل کرنے اور خیالات دور ہونے کے لئے نہایت مفید اور مجرب ہے)۔

جو بھی ان لفظی اذکار کو زبان پر جاری کرتا ہے وہ بھی دل میں اگر چہ کم ہی کیوں نہ ہو، خدا کی طرف توجہ رکھتا ہے۔ اسلام میں ان کلمات و اذکار کو کہنا بھی مطلوب ہے اور عظیم ثواب رکھتا ہے۔ جب اللہ کا ذکر کرنے والا خدا کو یاد کرتا ہے تو گویا وہ اللہ کی

طرف حرکت کرتا ہے۔ اُسے خدا عالی مرتبہ میں جذب کر دیتا ہے اور اُس کے دل کے کنٹرول کو اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔

رسول اللہ فرماتے ہیں کہ: ”خدا فرماتا ہے کہ جب میں بندے کو اپنے میں مشغول اور متوجہ پاتا ہوں تو اسے سوال کرنے اور مناجات کرنے کا علاقہ مند بنا دیتا ہوں اور اگر کبھی غفلت طاری ہو جائے تو اُس کے عارض ہونے سے رکاوٹ کھڑی کر دیتا ہوں۔“

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: ”جو شخص بھی خدا کا بہت زیادہ ذکر کرے تو وہ اللہ کی محبت کا مورد قرار پائے گا اور جو اللہ کی یاد میں بہت زیادہ مشغول ہوگا اُس کے لئے دو برأت نامے لکھ دیئے جائیں گے، ایک دوزخ سے نجات اور دوسرے نفاق سے نجات۔“

(جب ایسی حالت ہو جائے گی تو گناہ کا خیال کس بد نصیب کو آئے گا۔)

حقیقت یہی ہے کہ اللہ کا نام بہت بڑا ہے۔ اگر غفلت سے بھی اُس کا نام نکل جائے تو بغیر اثر کے نہیں رہ سکتا۔

ذکرِ خدا کا ایک حق تو اس کی کمیت ہے اور دوسرا حق اسکی کیفیت ہے۔ ذکر ”کما و کیفاً“ کامل ہو۔ معمولی بیماری، مشغولیات یا سفر ہو پھر بھی بالکل ناخدا ہرگز نہ کیجئے۔ سفر میں مجبوری ہے تو چلئے ایک تسبیح ”لا الہ الا اللہ“ ہی کی سہی۔ بغیر تسبیح فاطمہ زہراؑ پڑھے سو جانا بھی مناسب نہیں ہے۔

کم از کم ان اذکار کی ایک تسبیح تو پڑھ ہی لے جائے۔ جیسے اگر ایک گلاس پانی کی پیاس ہو اور کوئی ایک چمچ پانی دے تو کیا پیاس بجھے گی؟ معلوم ہوا کہ مقدار بھی صحیح ہونی چاہئے۔

اسی طرح سخت گرمی میں پورا گلاس پانی تو مل گیا مگر گرم پانی۔ ٹھنڈا نہ ملا تو کیا پیاس بجھے گی کیوں؟ کمیت تو صحیح تھی لیکن کیفیت نہ تھی اور نفع، کامل اسی وقت ہوتا ہے جب مقدار و کیفیت بھی صحیح ہو اور ایسا ذکر پھر ذاکر کو مذکور تک پہنچا دیتا ہے، مکمل خلوص کے ساتھ۔ کیونکہ پہنچنے والے کتنا ہی ذکر کر لیں لیکن جب تک پہنچانے والا توجہ نہ کرے گا، کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک جذب نہ ہو کوئی سالک اللہ تک پہنچ نہیں سکتا۔ اللہ کا راستہ غیر محدود ہے۔ جب غیر محدود طاقت سے اللہ کھینچتا ہے تب جا کر سلوک طے ہوتا ہے اور یہ جو ہم ذکر کرتے ہیں یہ اُن کی رحمت کا بہانہ ہے۔

پیغمبر اسلام نے برحق فرمایا ہے کہ:

”جب کسی کا دروازہ کھٹکھٹاتے رہو گے تو ایک دن دروازہ سے ضرور کوئی سر نکلے گا۔“

یعنی جب دروازے تک پہنچ ہی گئے تو اب کھٹکھٹاتے رہو، جب اُن کو حرم آئے گا تو کھٹل جائے گا۔ اللہ اللہ کرنے والا ایک دن ضرور صاحب نسبت ہو جاتا ہے۔ ذکر کرنے میں تو ایک وقت لگ سکتا ہے، مہینہ، چھ مہینے یا سال لیکن جب دروازہ کھٹکتا ہے، جب نسبت عطا ہوتی ہے تو اس میں تدریج نہیں ہوتی۔ اچانک عطا ہوتی ہے آن واحد میں۔ ذکر خدا کے صدقے میں ایسی روحانی حیات عطا ہوتی ہے کہ سالک فطرت کے تمام تعلقات کو خود بخود توڑ دیتا ہے۔

امام شیعنی فرماتے ہیں کہ: کیا تمہارے لئے یہ عزت و شرف کافی نہیں ہے کہ تمہیں اپنے عظیم نام کو تمہاری اس زبان سے لینے اور ذکر کرنے کی اجازت دے دی ہے جسے تم گناہوں کی پلیدی میں نجس اور آلودہ کر چکے ہو۔

﴿ طریقہ ۹: پابندی سے تلاوت قرآن اور ﴾
﴿ کچھ مخصوص سوروں کی تلاوت ﴾

تلاوت قرآن

امیر المؤمنین حضرت علی ارشاد فرماتے ہیں :

”قرآن کے واسطے سے اپنی روح کی بیماریوں کا علاج کرو اور مصائب کے ساتھ مدد بھیڑ میں اس سے مدد لو کیونکہ قرآن بزرگ ترین بیماری کفر، نفاق اور گمراہی سے شفا دیتا ہے۔“

اور فرمایا:

”قرآن کے نور سے شفا حاصل کرو کیونکہ وہ دلوں کو شفا بخشتا ہے۔“

لہذا مومن کو چاہیے کہ روزانہ جب وقت فراغت ملے یا کام کے دوران بھی جو قرآنی سورے یاد ہوں، ان کی تلاوت کرے۔

۱۱ مرتبہ تلاوت سورہ توحید

مولانا علی فرماتے ہیں: ”جو شخص بعد نماز صبح گیارہ مرتبہ سورہ قُلْ ہوا اللہ احد پڑھے، لاکھ بار بھی شیطان کو شش کرے مگر گناہ سرزد نہ ہوگا۔“

تلاوت سورہ محمد

امام جعفر صادقؑ ارشاد فرماتے ہیں ”جو کوئی سورہ محمد کو پڑھتا رہے گا، گناہوں سے بچا رہے گا اور دین میں اسے شک نہ ہوگا۔“

اسی طرح سورہ زلزال، سورہ قارعہ، سورہ نبا، سورہ نکات کو با معنی سمجھ کر پڑھنا بھی گناہوں سے بچاتا ہے۔

تلاوت سورہ منافقون

رسول ارشاد فرماتے ہیں ”جو پابندی کے ساتھ سورہ منافقون کی تلاوت کرے گا ایک وقت ایسا آئے گا کہ وہ نفاق سے بُری ہو جائے گا۔“

تلاوت سورہ واقعہ

تفسیر مجمع البیان میں ہے ”جو بھی سورہ واقعہ کو برابر پڑھتا رہے گا اُس کا شمار اہل غفلت میں نہیں ہوگا۔“ (کیونکہ سورہ واقعہ میں شروع سے آخر تک قیامت کی کیفیت، موت اور جنت و جہنم کا تذکرہ ہے تو اس کی تلاوت سے خود بخود اس کا دل بیدار ہو جائے گا۔)

اگر کوئی قرآن کی تلاوت تہ تہ کے ساتھ کرے تو یقیناً اس کا اثر پڑھنے والے پر پڑے گا جیسا کہ چشمہ کا قطرہ قطرہ پانی پتھر پر بھی اثر انداز ہو جاتا ہے۔ انسان تلاوت کی تکرار کے ساتھ اثرِ مطلوب حاصل کرنے کا اور غفلت کی بیماری کا علاج پالے گا۔ کتاب ”مصالح القلوب“ میں ایک جوان کی حکایت نقل ہوئی ہے کہ وہ اُن آیات کو سن کر بیہوش ہو گیا جو جہنم کے شعلوں کو بیان کرتی ہیں۔ ہوش میں آیا تو اُس نے فرمائش کی کہ کچھ اور آیات تلاوت کریں۔ جب یہ آیت تلاوت کی گئی کہ

اے ایمان والو! خود اور اپنے خاندان والوں کو آتشِ جہنم سے بچاؤ۔

تو اس کا دل برداشت نہ کر سکا، گر پڑا اور روحِ قفسِ غصری سے پرواز کر گئی۔ لوگوں نے اس کی تجنیز و تکفین میں شرکت کی۔ غسل دینے والوں نے دیکھا تو قلمِ قدرت سے اس کے سینے پر لکھا ہوا تھا۔

فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ۖ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۖ (سورہ انفکارات آیت ۱۷)

وہ زندگی سے خوش ہے اور بہشتِ عالی میں ہے۔

اس رات لوگوں نے اُسے خواب میں دیکھا کہ وہ تاج کرامت پہنے نہایت
بُہ جلال ہے اور کہہ رہا ہے کہ خدا نے مجھے شہیدوں سے بڑھ کر رتبہ عنایت فرمایا ہے اور
مجھ سے کہا گیا ہے کہ شہید تو کافروں کی شمشیر سے ہوتے ہیں لیکن تو آیتِ قہر خداوندی
سے مر رہا ہے۔

لہذا دل اگر عذابِ الہی کی آیت سے جل جائے تو لطفِ الہی کا مرہم بھی اُسی
کے لئے ہے۔ اگر آنکھوں میں خوفِ خدا سے گریہ ہو تو خدا ان آنکھوں کو روشن کر دے گا
اور بصیرت عطا کرے گا، جو کان آیاتِ الہی سے متاثر ہو جائیں وہ کان بھی ہوشمند
ہو جائیں گے۔

تلاوتِ قرآن میں جب تک تدر نہ ہو، ہدایت کے لئے فقط رٹے رٹائے
طریقے سے پڑھنا اتنا مفید نہیں ہے جتنا تدر و غور و فکر کے ساتھ پڑھنا۔ ترجمہ قرآن
تو لٹرا بھی سمجھ جاتے تھے اور ہم سے زیادہ سمجھتے تھے۔ مگر ان کو کچھ نفع نہ ہوا کیونکہ فقط
سرسری طور پر سنا تھا، تدر نہ کیا تھا کہ جس پر عمل مرتب ہوتا۔ کہیں قرآن روز قیامت
شکایت نہ کرے کہ خدایا! باوجود اس کے کہ تو نے میری تلاوت کا حکم دیا تھا، کتنے
مومنین ایسے تھے کہ جنہوں نے حتیٰ کے مجھے سامنے رکھ کر بھی میری تلاوت نہ کی یا فقط
دیکھ کر بھی پڑھنا نہیں سیکھا۔

خدا یا بعض افراد جو پڑھتے تھے، انہوں نے میری تلاوت کا حق ادا نہ کیا یعنی
وضو و طہارت یا تفلک و تدر کے بغیر جلدی جلدی تلاوت کرتے تھے۔

خدا یا بعض لوگ میرے مطالب نہیں سمجھتے تھے اور نہ ہی اس کی کوشش کرتے تھے۔

خدا یا بعض میری آیات کو پڑھتے اور سمجھتے بھی تھے مگر ان پر عمل نہیں کرتے تھے۔

خدا یا بعض مومنین تو مخالفین قرآن سے بھی پیچھے رہ گئے جبکہ علی نے وصیت کی تھی کہ

دیکھو تم مسلمانوں کے مخالفین قرآن سے فائدہ اٹھانے اور اس پر عمل کرنے میں تم سے آگے نہ بڑھ جائیں۔

خدا یا بعض مومنین نے فقط بعض آیات پر عمل کیا اور باقی آیات سے روگردانی اختیار کر لی۔

خدا یا بعض نے محمد و آل محمد کی حقیقی تفسیر کو چھوڑ کر خود ساختہ تفسیر پلازائے کی۔ بعض نے میری آیات کے بالکل اُلٹے معنی کر دیئے۔

مجھے زندہ دلوں کے درمیان پڑھنے کے بجائے مُردوں کے لئے پڑھا گیا۔ مجھے درسی نصاب اور تعلیم یافتہ نسلوں سے جدا کر دیا گیا۔

مجھے فقط سفر کے لئے نکلتے وقت، لہن کی رخصتی کے وقت اور رمضان کی مخصوص شبوں میں فقط سفر پر رکھنے کی حد تک مجھ سے استفادہ کیا، پھر سال بھر مجھ سے غافل رہے۔ مجھے فقط فال، استخارے اور قسم اٹھانے کے وقت لایا گیا۔

لہذا قرآن سے ہدایت حاصل کریں، تلاوت قرآن کی بھی پابندی ہو، مخصوص سورے بھی پابندی سے پڑھے جائیں اور آیات میں تفلک، تہ تہ اور ان پر عمل کا اہتمام کیا جائے تو دیکھیں گے کہ دل کا رنگ کیسے دور ہوتا ہے اور روح ایک نئی تازگی کے ساتھ بیدار ہوگی۔ گناہوں سے مشرق و مغرب جتنی دوری ہو جائے گی

﴿ طریقہ ۱: طیب روحانی (علماء) ﴾
﴿ کسی طرف رجوع کرنا ﴾

ایک عالم کے پاس ایک شخص آیا کہ گناہوں میں غرق ہوں، نمازیں پڑھوں یا آپ کے درس اخلاق میں آجایا کروں۔ عالم نے فرمایا اگر کسی کو بیماری ہو تو وہ نماز پڑھے گا یا ڈاکٹر کے پاس جائے گا؟

غرض علماء کی صحبت سے دل میں خدا کی محبت پیدا ہوتی ہے اور دل رزائل سے پاک ہو جاتا ہے اور پھر صاف دل سے عمل میں، نماز میں اور لطف آئے گا۔ جب گھر والوں سے محبت ہوگی، تب گھر زیادہ خوبصورت نظر آئے گا۔

علماء کی صحبت سے کچھ سیکھنے سے مراد ہے کہ ان سے تقویٰ سیکھئے۔ اگر صحبت علماء سے ادھر ادھر کی باتیں مقصود ہوں تو یہ وقت کا ضیاع ہے۔

کن علماء کے پاس آمد و رفت رکھیں؟ قرآن میں حکم ہے:

إِنْ أَوْلِيَاؤُكُمْ إِلَّا الْمُنَافِقُونَ (سورہ نساء آیت ۱۰۱)

ہمارے ولی صرف مشقی بندے ہیں۔

پھر فرمایا:

وَتَكُونُوا مَعَ الضَّالِّينَ (سورہ توبہ آیت ۱۱۹)

اور بچوں کے ساتھ ہو جاؤ گے۔

کوٹو امر ہے اور امر بنتا ہے مضارع سے اور مضارع میں تجدد و استمرار کی صفت ہوتی ہے۔ جس کا مطلب ہوا کہ استمرار اور دواماً اہل اللہ کے ساتھ رہو۔

ایک غلطی: شیطان جب دیکھتا ہے کہ یہ شخص فلاں جگہ سے دین سیکھ رہا ہے، اپنی اصلاح کر رہا ہے تو یہ اُس کے دل میں اس عالم سے کوئی بدگمانی ڈال دیتا ہے۔ پھر وہ وہاں جانا چھوڑ دیتا ہے اور شیطان اپنی سازش میں کامیاب ہو جاتا ہے اور بدگمانی ڈال کر علماء اور دینی مراکز سے دور کر دیتا ہے۔ اگر کوئی عالم آپ کے لئے مناسب نہ رہا ہو تو کوئی اور تلاش کر لیجئے، کسی دوسرے کے پاس چلے جائیے۔ بدگمانی کی وجہ سے انسان کو دین کے خادم اور مراکز بُرے نظر آنے لگتے ہیں۔

حکایات میں ہے کہ ایک خوفناک جمشی کو جنگل میں ایک آئینہ پڑا ہوا ملا۔ اُس نے

اٹھایا تو اپنی خونخاک شکل نظر آئی، چیخ مار کر آئینہ پھینک دیا اور بولا کہ کبخت تیری اتنی خراب شکل ہے، جسبی تجھے کوئی جنگل میں پھینک گیا ہے۔

بہت سے لوگ جو بلا دلیل شرعی علماء کو بُرا بھلا کہتے ہیں، وہ اصل میں اُن کے باطن کی شکل ہوتی ہے، جو اُن کو دین کے خادموں میں نظر آتی ہے۔ اس بیماری سے خدا کی پناہ مانگئے۔ ویسے تو حُسن ظن ہر مومن سے ہی ہونا چاہئے مگر علمائے ربانی سے زیادہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ اگر علماء ہی سے حُسن ظن ختم ہو گیا تو گویا یہ شخص تو راستے ہی میں مارا گیا، اسے اب کچھ نہ ملے گا۔

بعض لوگ چند اصطلاحات و کتابیں پڑھ کر حُلق بننے کا شوق پورا کرتے ہیں اور اپنے تئیں علماء بلکہ مجتہدین و مراجع تک کی اصلاح شروع کر دیتے ہیں۔ ان کی مثال کچھ ایسی ہوتی ہے کہ جیسے ایک چوہا جا رہا تھا اور اسکے قریب ہی ایک اونٹ بھی جا رہا تھا، جس کے گلے کی رسی زمین پر لٹک رہی تھی۔ چوہے نے وہ رسی اپنے دانتوں میں دبا لی اور اُس کے آگے آگے چلنے لگا۔ چوہے نے سمجھا کہ اونٹ آج میرا مرید بن گیا ہے، کیسا میرے پیچھے پیچھے چل رہا ہے۔ اب میری ہر طرف شہرت ہو جائے گی کہ اونٹ جیسا دیو بولکل آج میرا غلام بنا ہوا ہے۔ اونٹ بھی یہ دیکھ رہا تھا کہ میاں چوہے کب تک میری رہنمائی فرماتے ہیں؟ جب آگے دریا آیا تو اب چوہا وہیں رُک گیا۔ اونٹ نے کہا کہ شیخ صاحب! جب آپ نے خُشکی میں میری رہنمائی فرمائی ہے تو پانی میں بھی چلئے، آپ رُک کیوں گئے؟ چلئے میں چلتا ہوں، میرے فقط گھٹنوں تک ہی تو پانی ہے تو چوہے نے کہا کہ جہاں تک تمہارے گھٹنے کا پانی ہے وہاں کے بہاؤ میں تو میری پٹھیں ڈوب جائیں گی۔

مولانا روم فرماتے ہیں کہ جو چھوٹے اور نا اہل علماء و اکابرین کے مصلح اور رہبر

بننا چاہتے ہیں، اُن کا حال اسی چوہے کی طرح ہوتا ہے جو اونٹ کی رہبری کر رہا تھا۔ ایک ذرے نے پہاڑ سے کہا! میں ذرا تجھے آزماؤں گا اور اپنے ترازو میں تجھے تولوں گا۔ پہاڑ نے کہا اے ذرے! جب تو مجھے اپنے ترازو میں رکھے گا تو تیرا ترازو ہی پھٹ جائے گا، تو مجھے وزن نہیں کر سکتا۔

لہذا علماء کی صحبت میں باادب بیٹھئے، اُن سے حلال و حرام پوچھئے، گناہوں سے ترک کے طریقے دریافت کریں، اُنہیں بڑا سمجھیں، بڑا عالم کبھی خود کو بڑا نہیں کہے گا۔ آپ کو خود ہی اُنہیں بڑا سمجھنا ہوگا، تب ہی اُن سے کچھ حاصل ہوگا اور گناہوں سے بچنے کا ملکہ پیدا ہو سکے گا۔

علماء سے تعلق کے معنی یہ نہیں ہیں کہ انہیں کسی دعوت یا ناشتے پر بلا لیا جائے اور بس اُن کا حق ادا ہو گیا۔ بلکہ انہیں اپنے حالات سے آگاہ کیا جائے اور پھر اُن کے مشوروں پر عمل کیا جائے۔

ان سے ملنے کی یہی ایک راہ ہے۔

ملنے والوں سے راہ پیدا کرو۔

اُن کی ہدایات پر سختی کے ساتھ عمل کریں۔ اگر ایک ڈاکٹر کہہ دے کہ خیر دارفلاں چیز نہ کھانا ورنہ شدید نقصان ہوگا تو مومن اسے چھوڑ دیتا ہے۔ افسوس ہے کہ ایک معالج کے کہنے سے ایک لذیذ غذا کو چھوڑ دیا اور پرہیز کی مصیبت برداشت کر لی اور رسول و آئمہ یا علمائے ربانی کے کہنے سے تھوڑی سی مشقت بھی برداشت نہیں کی جاتی۔ چلئے اگر انہیں راہنما بنانے کے لئے دل مطمئن نہیں ہوتا تو حیرت نہ بنائے لیکن مشیر بنانے میں کیا حرج ہے؟ دینی مشیر سے مشورہ لینے میں حرج ہی کیا ہے؟ لیکن تجربہ یہی ہے کہ مسلسل اور پابندی سے علماء کے دروس و مجالس میں جانے سے ہی تہذیبی آئی

ممکن ہے۔ جیسے انڈا مسلسل اکیس دن جب مرغی کے پروں میں رہتا ہے تب اس میں جان آتی ہے۔ اگر کچھ دن مرغی کے پروں میں رکھ دے اور پھر نکال لے یا مرغی کو بھگا دے تو پھر بچہ پیدا نہ ہوگا۔ جس طرح انڈے میں جسمانی حیات کے لئے ایک مدت تک مرغی کے پروں میں رہنا ضروری ہے یہاں تک کہ مَرْدہ زردی حیات پا کر بچہ بن جاتا ہے اور پھر وہ چونچ سے تھپکے کو توڑ کر خود باہر آ جاتا ہے۔

اسی طرح مسلسل دروس اخلاق و مجالس میں شرکت تبدیلی پیدا کر دیتی ہے۔ روحانی بیماریوں کے علاج کے لئے مقدّس اردو بیٹی، مہدی، بحر العلوم، فیض کاشانی اور ملا احمد رزاقی کا انتظام نہ کریں۔ آج کے موجودہ مشہی علماء کو ڈھونڈئے جن کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو۔ ان سے اخلاقِ خاطر پیدا کر کے ان سے علم و حکمت کو حاصل کیجئے۔

﴿ علما، کسی صحبت سے فیض حاصل کرنے کے بھی کچھ آداب ہیں ﴾

۱۔ سننا۔۔۔ دین کی باتوں کو سننے کے لئے وقت نکالنے، درس فقہ و اخلاق میں جاییں، اس علم کو حاصل کرنے کی ضرورت کو سمجھنے۔

۲۔ خاموش رہنا۔۔۔ اُن باتوں کو پوری توجہ سے سننا اور خاموش رہنا۔ شاکدِ خدا نے انسان کو دوکان اور ایک زبان اس لئے بھی دی ہے کہ وہ سنے زیادہ اور بولے کم۔

رسولؐ کے مخلص اصحاب جب حضورؐ کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے تو ایسے ساکت و صامت رہتے تھے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں کہ ذرا سی حرکت سے اڑ جائیں گے۔

۳۔ حفظ کرنا۔۔۔ جو باتیں سنی جائیں وہ فوری طور پر فضا میں تحلیل نہ کی جائیں بلکہ یاد رکھی جائیں۔ حافظہ کو جس قدر استعمال کیا جائے گا، اتنا ہی وہ مضبوط اور قوی

دل کی نگاہ سے ملتی ہے اسلئے جب نگاہ صاف ہوگی تو ہدایت تک پہنچ بڑی آسانی اور سہولت کے ساتھ ہوگی۔

انسان جب کسی دل پسند چیز کو دیکھنا چاہتا ہے تو وہ دیکھنے سے پہلے اپنی عینک اتار کر اسکے شیشہ کو صاف کرتا ہے تاکہ پوری وضاحت و صفائی کے ساتھ اسے دیکھ سکے۔ عینک پر چڑھے گرد و غبار اس کو دیکھنے سے خارج و مانع نہ ہوں۔ اسی طرح جب کسی عالم باعمل کے درس یا مجلس میں اصلاح کی نیت سے جائیں تو پہلے دل کے آئینے کو توبہ و استغفار کے کپڑے سے اچھی طرح صاف کر لیں۔ اس کے بعد دل بغیر کسی رکاوٹ کے انوار و برکاتِ معلوم محمد و آل محمد کو حاصل کر سکے گا اور آپکی بیمار رُوح ضرور شفا پائے گی۔

۳۔ درس و مجالس میں شرکت کیلئے ششادہ دل اور مکمل نشاط سے کریں۔ نیند یا اونگھ کا غلبہ نہ ہو، آپس میں باتیں نہ کریں۔

۴۔ بار بار اُٹھ کر ادھر ادھر نہ جائیں، موبائل فون بند رکھیں۔

۵۔ آپس میں مل جل کر بیٹھیں، درمیان میں خلاء نہ رکھیں تاکہ بعد میں آنے والوں کے لئے آسانی سے خالی نشست موجود رہے۔ درس و مجلس جاری ہو تو بعد میں آنے والا سلام نہ کرے بلکہ خاموشی کے ساتھ بیٹھ جائے۔

۶۔ جو لوگ زیادہ فہیم و سمجھدار ہوں انہیں بیان کرنے والے کے قریب بیٹھنا چاہیے تاکہ بیان کرنے والے کو بھی شرح صدر ہو۔ سامعین کے اندر طلب اور توجہ ہو تو بیان کرنے والے پر بھی مضامین کے دروازے کھلتے ہیں۔

۷۔ علمائے باعمل کی صحبت سے ذکر خدا کی توفیق بھی ہو جاتی ہے۔ جس طرح تسبیح ہاتھ میں رکھنے سے خدا یاد آ جاتا ہے، اسی طرح اللہ والوں کو دیکھ کر بھی خدا یاد آتا ہے

اور ذکرِ خدا خواہ نامہ سے ہو یا بے لذت ہو، اپنا کام ضرور دکھا جاتا ہے۔

طریقہ الہ: گناہوں کو یکدم ورنہ آہستہ آہستہ چھوڑ دیجئے

سب سے بہتر تو یہی ہے کہ جو انسان گناہ اور بُرے اخلاق میں آلودہ ہو چکا ہو اُسے یکدم خدا کی طرف رجوع اور توبہ کرنا چاہیے۔ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اسی طریقے سے اپنے نفس پر غلبہ حاصل کیا اور آخر عمر تک اس کے پابند رہے۔ یہ انقلاب کسی عالم، واعظ یا استاد کے ایک جملے یا اشارے سے پیدا ہو جاتا ہے، کبھی کسی دعا، ذکر یا مجلس میں کسی آیت یا روایت یا حدیث سننے سے حاصل ہو جاتا ہے۔ کبھی کوئی بظاہر معمولی سا واقعہ دل کو تہدیل اور روشن کر دیتا ہے۔ جیسے بُخر حافی کا واقعہ کہ جس کا گھر رقص و سُرد کا مرکز بنا ہوا تھا اور امام موسیٰ کاظم نے اس کے گھر کے سامنے سے گذرتے ہوئے اسکی کنیر سے پوچھا تھا کہ اس گھر کا مالک آزاد ہے یا غلام؟ جب کنیر نے کہا کہ وہ آزاد ہے۔ تو امام نے فرمایا تھا ”تو نے سچ کہا کیونکہ اگر یہ بندہ غلام ہوتا تو اپنے مالک اور موسیٰ سے ڈرتا اور اس طرح خدا کی نافرمانی میں غرق اور گستاخ نہ ہوتا۔“ کنیر نے جا کر بُخر کو ساری بات بتائی۔ امام کا یہ مختصر سا جملہ بُخر کے دل پر تیزی طرح لگا اور اس نے یکدم گناہوں سے توبہ کر لی۔ شراب کا دسترخوان اٹھا کر پھینک دیا اور دوڑتا ہوا ننگے پاؤں امام کے پیچھے گیا اور اُن کے قدموں پہ گر پڑا، مولاؑ میں آپ سے اور اللہ سے معافی مانگتا ہوں، میں نے اسکی بندگی کو فراموش کر دیا تھا، میں توبہ کرتا ہوں کیا میری توبہ اللہ قبول کر لے گا؟ امام نے فرمایا ہاں اللہ تیری توبہ قبول کر لے گا۔ اگر تو اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دے۔ بُخر نے یکدم توبہ کی اور اس نعمت کے شکر یہ کے طور پر ساری زندگی ننگے پاؤں چلتا رہا کہ کہیں اس توبہ سے غافل نہ ہو جائے

(اس کی وجہ سے اس کا نام بخر حافی یعنی "ننگے پاؤں والا" ہو گیا)۔

اسی طرح ایک شخص جو عالم بادشاہ کا ملازم تھا، مال حرام کمانا، شراب و کباب کی لذتوں میں مست اور ہمسایوں کو تکلیف پہنچانا اس کا شیوہ تھا۔ کسی طور گناہ نہ چھوڑتا تھا۔ ایک دفعہ ابو بصیرؓ سے گفتگو میں کہا کہ جب مدینہ جاؤ تو امام صادقؑ سے کہنا کہ میرے لئے دعا کریں۔

ابو بصیرؓ جب کوفہ سے مدینہ آئے اور ساری بات امام جعفر صادقؑ کو بتائی تو امام نے فرمایا جب تم کوفہ جاؤ تو میرا سلام اسے پہنچانا اور اسے کہنا کہ اگر تو اس حالت (یعنی گناہوں کو) ترک کر دے تو میں تیری بخت کا ضامن ہوں۔ جب اسے امام کا یہ پیغام ملا تو اتنا اثر ہوا کہ وہیں روئے بیٹھ گیا اور ابو بصیرؓ سے قسم کھلائی کہ واقعی امام نے یہی فرمایا ہے اور پھر کہا کہ بس میرے لئے یہی کافی ہے۔ کافی دن بعد ابو بصیرؓ کو اپنے گھر بلوایا اور دروازے ہی کے پیچھے سے آواز دی کہ اے ابو بصیرؓ سارا مال حرام لوگوں کو واپس کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ اپنا لباس بھی دے دیا ہے اور بے لباس اس دروازے کے پیچھے کھڑا ہوں، میں نے امام کے حکم پر فوراً عمل کیا ہے اور یکدم تمام گناہوں کو ترک کر دیا ہے۔ ابو بصیرؓ بہت خوش ہوئے۔ کافی عرصے بعد جب اُس کا وقت انتقال قریب آیا تو ابو بصیرؓ اس کے پاس عیادت کے لئے گئے تو حالت احتضار میں اُس نے کہا "اے ابو بصیرؓ!"

امام صادقؑ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ یہ کہتے ہی انتقال کر گیا۔ ابو بصیرؓ جب اس سال حج کو گئے تو جب امامؑ کے گھر میں داخل ہی ہوئے تھے اور اُن کا ایک پاؤں دروازے کے باہر اور ایک اندر تھا کہ امام صادقؑ کی آواز آئی "اے ابو بصیرؓ ہم نے تیرے مسائے سے جو وعدہ کیا تھا، اُسے پورا کر دیا۔ ہم نے جو

اس کے لئے جنت کی ضمانت لی تھی، وہ اسے دلوادی ہے۔“
ایسے لوگ بہت بہادر اور شجاع ہوتے ہیں جو اپنے نفس کو مغلوب کر لیتے ہیں اور ایک اندرونی انقلاب کے ذریعے نفس کو پاک کر لیتے ہیں۔ انسان اگر ارادہ کر لے تو اللہ کی مدد اور مصومین کے وسیلے کی مدد اُس کے شامل حال ہوگی اور وہ یکدم گناہوں کو ایک ساتھ ترک کر سکتا ہے۔

اگر ایسا ممکن نہ سمجھے تو آہستہ آہستہ ہی گناہوں کو ترک کرنا شروع کر لے اور امتحان کے طور پر ایک گناہ یا چند گناہوں کو ہدف بنا کر ترک کرنا شروع کرے۔ جیسے جیسے گناہ کم ہوں گے، شیطان اور نفس لغوارہ کمزور پڑتا جائے گا اور اس کی جگہ خدا کا ایک فرشتہ لے لے گا۔ جتنے گناہوں کے سیاہ نقطے ایک ایک کر کے دور ہوتے جائیں گے اُن کی جگہ اتنی ہی نورانیت آتی جائے گی اور اس طرح آہستہ آہستہ انسان گناہوں سے بالکل دور ہوتا جائے گا اور ایک وقت آئے گا کہ ایک گناہ بھی وہ انجام نہ دے سکے گا۔

یاد رہے کہ نفس کے ساتھ جہاد ایسا ہی ہے جیسے دشمن کے ساتھ جہاد کہ جہاد کرنے والا ہر وقت دشمن پر نگاہ رکھتا ہے اور اپنی طاقت کو بڑھاتا رہتا ہے تاکہ جب موقع ہاتھ آئے فوراً اس پر حملہ کر دے، اسکی فوج کو ختم کر دے یا اسے اپنے ملک سے باہر نکال دے۔

طریقہ ۲: روزانہ کچھ وقت تنہائی میں یاد خدا کے لئے نکالنے

جو گناہوں سے بچنا چاہے اسے چاہیے کہ روزانہ کچھ وقت ضرور خدا کی یاد کے لئے نکالے، جب وہ بالکل تنہا ہو کوئی پاس نہ ہو کوئی ٹیلیفون نہ سنا جائے، شور شرابے سے دور اپنے محبوب حقیقی پروردگار عالم سے راز و نیاز کیا جائے۔ اپنا حال دل اپنی زبان سے پروردگار کے حضور گوش گذار کیا جائے۔ اگرچہ شہید مرتضیٰ مطہریؒ فرماتے ہیں کہ کم از کم

ایک گھنٹہ ضرور تہائی میں یاد خدا کے لئے نکالا جائے۔ لیکن اگر اتنا وقت نہ دے سکے تو کم از کم آدھا گھنٹہ یا کم از کم ۱۵ منٹ روزانہ تو ضرور تہائی کے لئے نکالے۔

تھوڑے کرے کہ گویا خدا کے سامنے کھڑا ہوں اور حساب کتاب ہو رہا ہے، اتنے میرے گناہ ہیں جن پر میرے لئے عذاب تجویز ہوا ہے۔

اس استحضار کے بعد دو کام اور کرے۔ ایک تو تو بہ اور خدا سے وعدہ کرے کہ آئندہ گناہ نہ کروں گا اور دوسرے اس وعدے پر قائم رہنے کے لئے خدا ہی سے توفیق طلب کرے۔

اس تہائی کے وقت میں سوچے کہ میری پوری زندگی کس قدر خدا کے انعامات اور نعمتوں سے بھری ہوئی ہے۔ باوجود اس قدر نافرمانیوں کے پھر بھی خدا نے مجھ پر اس قدر انعامات فرمائے ہیں تو اگر میں نافرمانیوں اور گناہوں سے بچوں گا تو نامعلوم کس قدر احسانات و انعامات ہوں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ اگلے دن اطاعت کی طرف رغبت زیادہ ہوتی جائے گی۔ یہ دستور العمل ہمیشہ کے لئے معین کر لے اور پابندی سے اس پر عمل کرے اور پھر دیکھے کہ کیسے اسکی زندگی ایک انقلاب سے دوچار ہوتی ہے۔

ہمارا حال تو یہ ہے کہ خلوت کسی کو نصیب نہیں۔ ہر وقت باؤ بھٹی اور دل لگی میں وقت گزار رہے ہیں۔ نوکری، کاروبار کے بعد گھر پہنچے، تب بھی دنیا کے دھندوں سے فرصت نہیں اور اگر فرصت بھی ملی تو بھی بجائے خلوت میں کچھ وقت آخرت کے لئے نکالیں، یہی سوچتے ہیں کہ چلو آج فلاں کے یہاں چلتے ہیں، باتیں کریں گے، وقت کئے گا، طبیعت بہلے گی اور کہیں نہ بھی گئے تو T.V کے آگے بیٹھ گئے اور بس انہیں خرافات میں عمر عزیز گنوا دی۔

لہذا اس تہائی کے وقت میں پروردگار سے کہے اے اللہ آپ سے میری رُوح

نے اپنے وجود کے لئے کوئی سوال نہ کیا تھا۔ آپ کے کرم نے بلا سوال مجھے وجود بخشا، پھر میری رُوح نے آپ سے یہ سوال بھی نہیں کیا کہ مجھے انسانی قالب عطا فرمائیں۔ آپ کے بے پایاں کرم نے بغیر سوال کے، بجائے کئے اور سوز کے قالب کے، مجھے اشرف المخلوقات (انسانیت کے قالب) میں پیدا کیا۔

پھر اے میرے اللہ! اگر آپ مجھے کسی کافر یا مشرک گھرانے میں پیدا کر دیتے تو میں کس قدر خسارہ میں ہوتا۔ اگر مجھے صدارت و بادشاہت بھی مل جاتی، پھر بھی کفر کے شرک کے سبب جانوروں سے بدتر ہوتا۔ آپ کے کرم نے مجھ سے بلا سوال، مسلمان گھرانے میں پیدا کیا بلکہ محمدؐ آل محمدؐ کی محبت کی عظیم دولت، جس کے سامنے کائنات کے تمام مجموعی انعامات و خزانے بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتے، آپ نے بلا مانگے عطا فرمادی۔

اے اللہ! جب آپ کے کرم نے اتنے بڑے بڑے انعامات بے مانگے عطا کر دیئے تو مانگنے والوں کو آپ بھلا کیونکر محروم فرمائیں گے۔ اے اللہ میں آپ کی رحمت کو ان بے مانگے انعامات، الطاف بے کراں کا واسطہ دے کر آپ کے فضل سے اپنی تطہیر اور اپنا تزکیہ نفس مانگتا ہوں تاکہ مرتے دم تک گناہوں سے محفوظ رہوں۔

اے اللہ! اگر میری قسمت میں میرے اعمال کی وجہ سے پہنچنے والے فیصلے لکھا ہے تو میں آپ کی رحمت سے فریاد کرتا ہوں کہ اس فیصلے کو تبدیل کر دیجئے۔ آپ کا فیصلہ آپ پر حاکم نہیں ہے۔ اگر آپ میرے تزکیہ و تطہیر کا ارادہ فرمائیں تو پھر کون ہے جو آپ کے ارادے کو توڑ سکے؟

﴿ طریقہ ۳۱: دنیا کی محبت کو دل سے
کم کریں جو ہر بُرائی کی جڑ ہے ﴾

دنیا کے امور میں ہر وقت منہمک رہنا سوتے جاگتے ہر وقت اسی فانی دنیا کے

کاموں میں مشغولیت اور آخرت سے غفلت اس بات کی دلیل ہے کہ دل اس فانی دنیا کی محبت سے معمور ہے۔ اصل میں معرفت اس کا نام ہے کہ دنیا کی قدر دل میں نہ ہو اور اس سے دل کو خالی رکھو، یہ نہیں کہا گیا ہے کہ ہاتھ کو بھی خالی رکھو۔

جیسے خدائے بزرگ و برتر اپنی پہچان کرا دے تو اس دل میں غیر اللہ کے لئے کوئی جگہ نہیں بچتی۔ دنیا کی محبت کم کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ ترک اسباب کا حکم دیا جا رہا ہے بلکہ اسباب میں اختصار کرنے کی تعلیم ہے۔

مومن کی شان یہ ہے کہ اگر ہزاروں لاکھوں بھی اسکے پاس ہوں تو دل کو ان سے ذرا بھی لگاؤ نہیں ہوتا اور اس کو وہ اپنا مال ہی نہیں سمجھتا اور وہ ان تمام دنیاوی نعمتوں کو بھی اللہ کی امانت سمجھتا ہے۔ یہ جو حدیث ہے کہ:

كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ

دنیا میں ایسے رہو جیسے مسافر

اس پر عامل کی علامات یہ ہوں گی کہ غیر ضروری سامان دنیا کو جمع کرنے کی ہر وقت فکر میں نہ رہے گا، کسی سے لڑے بھڑے گا نہیں۔

قرآن میں ہے کہ :

وَرَضُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنَّنُوا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اِيْتِئَاعِهَا قٰلُوْنَ ۙ

(سورہ بقرہ آیت ۷)

جو دنیاوی زندگی پر راضی ہیں اور اس پر مطمئن ہو گئے ہیں اور جو ہمارے احکام سے غافل ہیں۔

آیت میں ہے کہ دنیاوی زندگی پر مطمئن ہو گئے ہیں۔ دیکھئے ایک چیز ہوتی ہے عقل اور ایک ہوتی ہے طبیعت، دونوں میں فرق ہے۔

انسان بعض اوقات ایک کام کو عقلاً پسند کرتا ہے مگر اُس سے دلچسپی نہیں ہوتی جیسے کڑوی دوا کا پینا عقلاً تو پسند ہوتا ہے مگر اس کے ساتھ دلچسپی نہیں ہوتی۔

کبھی ایسا ہوا ہے کہ کسی کام سے دلچسپی ہوتی ہے مگر عقلاً نا پسند کرتا ہے جیسے زنا۔ جب انسان مطمئن ہو جاتا ہے تو پھر وہ آگے حرکت نہیں کرتا۔ آخرت کے لئے تک و دو نہیں کرتا یعنی حیات دنیا پر ایسا اطمینان ہو گیا کہ حرکت الی الآخرت نہیں ہوتی۔ لہذا دنیا کے کام کریں مگر دنیا پر مطمئن نہ ہوں۔ آخرت کو پیش نظر رکھیں اور جو وقت کام کا چاہئے، بچے، اُسے فضول باتوں، بحثوں یا T.V کے سامنے مستقل بیٹھ کر ضائع نہ کریں۔ یہ وقت بھی بہت قیمتی شے ہے، اس کی قدر کریں۔ اتنا قیمتی ہے کہ جس وقت حضرت عزرائیلؑ زور قبض کرنے آئیں گے تو تھوڑے سے وقت کے لئے آپ اپنا سب کچھ انہیں دینے کو تیار ہو جائیں گے مگر ایک منٹ کی بھی مہلت نہ ملے گی۔

خُب دنیا کو امراض کی جڑ کیوں کہا گیا ہے؟ کیونکہ جس میں جس قدر خُب دنیا ہوگی، اُسی قدر اسے اہتمام کرنا ہوگا۔ نہ وہ اعمال خبیثہ کی انجام دہی کی فکر میں رہے گا نہ بُرائیوں سے بچنے کی فکر میں ہوگا۔ لیکن جب آخرت کی فکر ہوگی تو جرائم صادر نہ ہوں گے۔ جو مریض پورے نسخے پر عمل کرے گا اسے امراض سے مکمل شفا ملے گی، جو آدھا نسخہ استعمال کرے گا اسے کم نفع ہوگا۔ اسی طرح گناہوں کے ساتھ ایمان کا معاملہ ہے۔ گناہ گار مومن اگر چہ دائمی عذاب سے تو نجات پائے گا مگر مکمل نجات اسے حاصل نہ ہو سکے گی۔

مثلاً دو اشخاص ہوں اور ان میں سے ہر ایک زہر کو مہلک سمجھتا ہے مگر اسکے باوجود ایک نے زہر کھالیا اور ہلاک ہو گیا اور دوسرے نے نہیں کھلایا۔ ظاہر ہے کہ دونوں نے اس کو مہلک تو سمجھا مگر پہلے شخص کا مہلک سمجھنا کامل نہیں تھا کیونکہ اُس علم کا کوئی اثر مرتب نہ

ہوا جبکہ دوسرے شخص کا مہلک سمجھنا کامل درجے کا ہے کیونکہ اس کا اثر مرتب ہوا۔ اسی طرح ایمان سچا اور کامل وہی ہے جس پر اثر مرتب ہو، قدم قدم پر اثر ہو۔ جس کی یہ حالت ہوگی وہ دنیا میں منہمک نہ ہوگا، کبھی نافرمانی نہ کرے گا۔ ایسا شخص ماضی کی کوتاہیوں کا بھی تذکرہ کرے گا اور آئندہ بھی گناہوں سے بچتا رہے گا۔ جس درجے کی خُب دنیا دل میں ہوگی اسی درجے کی فکر دین کم ہوگی۔ اگر کامل درجے کی خُب دنیا دل میں ہے تو کامل درجے کی دین سے بے فکری ہوگی۔ لگتا ہے کہ ہمارا دل آخرت سے بھر گیا ہے اور دنیا سے نہیں بھرتا، دنیا کے دھندوں سے جی ہی نہیں بھرتا۔ ہاں اگر دل بھر گیا ہے تو خدا اور رسول و آئمہ سے کہیں کوئی ذوق و شوق آخرت نظر نہیں آتا۔

دنیا کی محبت کو کم کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ مومن روزانہ دنیا و آخرت کے متعلق سوچا کرے، ان کا موازنہ کرے جیسا قرآن نے کہا:

لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ لَا هِيَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ بَلْ هِيَ آخِرَةُ الْآخِرِينَ (سورۃ البقرہ آیت ۲۱۰)

تا کہ تم دنیا و آخرت کے معاملات میں سوچ لیا کرو۔ غور کرے کہ دنیا کی لذات سب فنا ہو جائیں گی۔ دنیاوی زندگی تکالیف سے بھری ہوتی ہے اور آخرت کی زندگی کا اس سے موازنہ کرے۔ اس طرح سوچنے سے دنیا کی بے قدری دل میں پیدا ہوگی اور آخرت کی طرف رغبت بڑھے گی۔ موازنہ کرنے سے واضح ہو جائے گا کہ آخرت کے مقابلے میں دنیا ”لاٹھے رخصت“ (کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتی) ہے اور آہستہ آہستہ دنیا کی محبت دل سے کم ہوتے ہوتے ختم ہو جائے گی۔

﴿طریقہ ۴﴾: امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا

اگر مومن اس بات کا تجربہ کرے کہ دوسروں کو نیکی کا حکم دے اور بُرائیوں سے روکے تو وہ دیکھے گا کہ کچھ ہی عرصے میں خود ان بُرائیوں سے بچ جائے گا۔ کیونکہ جب وہ کسی اور کو کسی گناہ سے روکے گا تو اگر خود اس پر عمل پیرا نہ ہوگا تو اسے شرم آئے گی تو یا تو وہ نصیحت کرنا بند کر دے گا یا پھر خود بھی گناہ چھوڑ دے گا۔ لیکن تجربہ یہی ہے کہ وہ دوسروں کو گناہوں سے روکتے روکتے خود بھی رُک جاتا ہے۔

لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فائدہ یہ ہے کہ ہمارے ارد گرد خاندان اور رشتہ داروں اور معاشرے سے جب گناہ کم ہوں گے تو ہم سے بھی گناہ ترک ہو جائیں گے۔ رسولؐ نے ارشاد فرمایا: " لا الہ الا اللہ " عذاب الہی سے انسان کو بچاتا ہے۔ بشرطیکہ اس کلمہ کی توبین و تحقیر نہ کی جائے " ایک شخص نے پوچھا یہ کیسے ممکن ہے کہ کلمہ توحید کی سبکی کی جائے؟ تو حضورؐ نے فرمایا " اگر کھلم کھلا گناہ انجام دیئے جائیں اور گناہ گار کو کوئی منع نہ کرے تو یہی توحید کی بجا حرامی ہے۔"

گناہ ایک ایسی آگ ہے کہ اگر اسے نہی عن المنکر کے ذریعے بجھایا نہ گیا تو وہ تمام چیزوں کو جلا کر راکھ کر دے گی۔ اگر نیک لوگ میدانِ عمل میں کود پڑیں تو وہ گناہوں کے ماحول کو تبدیل کر سکتے ہیں۔ نیک لوگوں کی گناہ دیکھ کر خاموشی خود ایک گناہ ہے۔

مواظقی نے اپنے بیٹے سے فرمایا:

امر بالمعروف کرو تا کہ تمہارا شمار اہل معروف میں ہو۔

حقیقت میں جس طرح کپڑے دھونے والے کے ہاتھ خود بخود پاک ہو جاتے ہیں اسی طرح لوگوں کو نیک کاموں کی طرف دعوت دینے والا بھی فطری طور پر کوشش کرتا ہے کہ وہ بھی وہ نیک کام کرے جسکی وہ دوسروں کو متقین کرتا ہے۔

ہو سکتا ہے کہ آپ کی فصاحت دوسروں پر اثر نہ کرے لیکن منع کرنے سے آپ گناہ گار سے اس گناہ کی لذت چھین لیتے ہیں اور اسے اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ اطمینان سے گناہ انجام دے۔

مولانا علی فرماتے ہیں ” اگر خداوند تعالیٰ نے گناہ کے جنم کو خلق نہ بھی کیا ہوتا تب بھی واجب تھا کہ اسکی مہربانیوں کے شکر یہ کے لئے گناہ اور اسکی مخالفت سے دوری اختیار کی جاتی۔“

امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں ضروری نہیں ہے کہ ہمیں سو فیصد نتیجہ حاصل ہو جائے اگر ایک فیصد بھی اثر ہو تب بھی ضروری ہے۔

خود کو اور معاشرے کو گناہوں سے بچانے کے لئے مومنین اور مومنات کو اجتماعی کوششیں کرنی ہوں گی کہ ایک پھول کھلنے سے کبھی بہا نہیں آتی۔

مولانا علی فرماتے ہیں: امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرو اور ڈرو نہیں کیونکہ نہ اس سے تمہاری روزی رُکے گی اور نہ تمہاری موت نزدیک آئے گی۔
رسول اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

”تم لوگ آرام پسند زندگی سے دلچسپی رکھتے اور ذمہ داریوں سے غفلت

کی بنا پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے پہلو تہی کرتے ہو۔“

پرامری اسکول کے ایک بچے نے امام خمینیؑ کو ایک خط لکھا :

اے امامؑ : میں آپ کو ایک فصاحت کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے سوچا کہ میں کہاں

اور آپ کہاں ؟ لہذا اپنے ارادہ پر عمل نہیں کیا۔

امام خمینیؑ نے اپنے ہاتھ سے اُس خط کا جواب دیا اور لکھا۔

میرے پیارے بیٹے: کاش تم میری یاد دہانی کیلئے مجھے لکھ بھیجتے کیونکہ ہم سب اس

یاد دہانی کے محتاج ہیں۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو فوراً انجام دینا چاہیے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ”کسی حرام کام کو دیکھ کر ایک مومن کی پلک جب تک نہیں جھپکتی جب تک اُس میں تخمیر نہ پیدا کرے۔“

اپنے گھر والے اس امر ونہی کے کام میں آگے آنے چاہئیں۔ بہت سی عظیم شخصیتوں کی کامیابی کا راز یہ تھا کہ ان کی بیویاں، رشتہ دار اور اولاد ان کے ساتھ شانہ بشانہ پہلے اور ان کا دین کے کاموں میں ہاتھ بنایا۔

قرآن میں ارشاد ہے کہ ”اپنے نفس اور اپنے اہل کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوتے۔“ (سورہ تحریم، آیت ۶)

امام سے سوال کیا گیا: ان کو آگ سے کیسے بچائیں؟

تو آپ نے فرمایا: انھیں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرو۔

اگر ایک گاڑی جو مخالف سمت میں جارہی ہو تو دو دیگر تمام گاڑی والوں کا فرض بنتا ہے کہ بارن بجا کر اور لائٹس جلا کر اپنی ناراضگی کا اظہار کریں اور اس طریقے سے اُسے سمجھادیں کہ وہ مخالف سمت میں جا رہا ہے۔

مومن بہت عالی مرتبہ ہے مگر اپنی قدر پہچان لے تو کبھی گناہ میں گرفتار نہ ہو۔ جس طرح ایک قیمتی کیسٹ خرید کر ہر طرح کی آواز اُس میں ریکارڈ نہیں کرتے۔ جس طرح قیمتی قالین خرید کر گندے جوتے پہن کر اُس پر نہیں چلتے اسی طرح نور ولایت محمد و آل محمد کے ساتھ گناہ انجام نہیں پانے چاہئیں۔

ہماری تمام عمر شیطان کی چراگاہ کیوں بنے؟

ہم خدا کے جانشین ہیں، ہم کیوں اس کے دشمن کے ساتھ رہیں؟

رسول اللہ کی حدیث ہے کہ "المؤمن من مؤافة المؤمن" (مومن مومن کا آئینہ ہے)
استاد محسن قرآنی فرماتے ہیں کہ اگر اس چھوٹی سے حدیث پر غور کریں تو ہمیں یہ
نکات مل جائیں گے :

۱۔ آئینہ صاف اور پاک جذبہ سے عیب کو بیان کرتا ہے، انتقام یا کسی اور غرض کی
وجہ سے نہیں۔

۲۔ آئینہ اس وقت عیب کی نشاندہی کرتا ہے جب خود گرد و غبار سے پاک ہو۔

۳۔ آئینہ سامنے کھڑے شخص کے مقام و منزلت کا لحاظ نہیں کرتا۔

۴۔ آئینہ ویسا ہی دکھاتا ہے جیسا سامنے والا ہے، اُسے بڑھا چڑھا کر نہیں بیان کرتا۔

۵۔ آئینہ عیب دکھانے کے ساتھ ساتھ خوبصورتی اور مثبت نکات بھی دکھاتا ہے۔

۶۔ آئینہ عیب کو آنسو سے بیان کرتا ہے نہ کہ پیٹھ پیچھے۔

۷۔ آئینہ خاموشی کے ساتھ عیب کی نشاندہی کرتا ہے، حجج کر عیب دوسروں کو نہیں بتاتا۔

۸۔ آئینہ اگر توڑ دیا جائے اور اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بھی اٹھا کر دیکھے

جائیں تو وہ ٹکڑے بھی عیب اور خوبی بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر مومن کی بے

احزائی بھی کی جائے تب بھی وہ اپنے ارادے سے منحرف نہیں ہوتا۔

۹۔ آئینہ سامنے والے کے عیبوں کو اپنے دل میں نہیں چھپاتا بلکہ جوئی سامنے

والا اس کے سامنے سے ہٹتا ہے، اس کا عیب بھی آئینہ سے زائل ہو جاتا ہے۔

۱۰۔ اگر آئینہ نے میرے عیب کو بتایا ہے تو مجھے اپنی اصلاح کرنی چاہیے نہ کہ میں

آئینہ کو توڑ دوں۔

اگر کسی مسلمان نے آپ کو نبی عن المنکر کیا تو آپ کو اپنی خرابی یا گناہ کو خود سے دور

کرنا چاہیے اور تنقید کرنے والے پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ البتہ امر بالمعروف

کرنے والے کو بھی افرادی ذہنی استعداد کا خیال رکھ کر بات کرنی چاہیے۔
 امام صادقؑ نے ایک صحابیؓ کو کسی کام سے ایک علاقہ میں بھیجا، اس نے اپنی
 رپورٹ میں اس علاقے کے لوگوں کے بارے میں سخت تنقید کی۔ امامؑ نے فرمایا!
 ”اے سراج! ایمان کے دس درجے ہیں، بعض لوگ ایمان کا ایک درجہ رکھتے ہیں،
 بعض دو درجے، بعض لوگ سات درجے اور بعض دس درجے تک ایمان رکھتے ہیں۔
 کامل تر ایمان رکھنے والوں کو دوسروں سے اُن کی استعداد سے زیادہ توقع نہیں رکھنی
 چاہیے۔“

نبیؐ عن المسکر کرنے والوں کو مخاطب پر اعتراضات اور تنقید کی بوجھ از نہیں کرنی چاہیے۔
 حضرت علیؑ فرماتے ہیں: ”بعض افراد کی اصلاح احترام کے ذریعے کی جاسکتی
 ہے جبکہ بعض دوسروں کی اصلاح تنبیہ کے ذریعے ہی ممکن ہے۔“

﴿ طریقہ ۵: مقامات گناہ سے دوری اختیار کریں ﴾

جو مومنین بھی اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں انہیں ان
 تمام مقامات سے دوری اختیار کرنا ہوگی جہاں پر جانے سے گناہوں میں پڑ جانے کا
 خطرہ موجود ہو۔ ایسے بُرے افراد کے اجتماعات میں شریک نہ ہوں جو دین سے لاپرواہ
 ہوں۔ ایسی Parties یا functions یا تقاریب میں شرکت سے گریز کیا جائے
 جہاں نامحرم و محرم کے مخلوط گناہ آمیز اجتماعات ہوں۔ ایسے نامحرموں کے ساتھ،
 اسکول، کالج یا ادارے کی ایسی picnics پر جانے سے گریز کیا جائے جہاں خطا اور
 گناہ یا نمازوں کے قضا ہونے کا امکان موجود ہو۔

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ جب آنکھ کسی شہوت کو دیکھ لے تو پھر اسکی رُوح اس کے
 انجام کے بارے میں سوچنے سے اندھی ہو جاتی ہے۔ گناہ کا سوچنا اور فکر کرنا گناہ

کرنے کا شوق دلائے گا۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ گناہوں سے حفاظت و احتیاط اُس وقت تک ناممکن ہے جب تک ان کے مقدمات اور اسباب سے دوری نہ اختیار کی جائے کیونکہ گناہ کا مقصد وہ بھی گناہ ہوتا ہے۔ جس طرح زنا کے گناہ کی ابتدا، بد نظری یا حرام نگاہ سے ہوتی ہے۔

مشہور شعر ہے کہ ۔ گمس کو باغ میں جانے نہ دیجو
کہ ناحق خون پروانے کا ہوگا

یعنی اگر پروانے کو جلنے سے بچانا ہے تو شہد کی مکھی کو باغ میں نہ جانے دیں کیونکہ اگر شہد کی مکھی باغ میں گئی تو پھولوں پر بیٹھے گی، اُن کا رس چوسے گی، اُس سے شہد بنے گا، شہد سے موم بنے گا، موم سے موم بنتی بنے گی اور جب موم بنتی جلائی جائے گی تو پروانے اس پر آئیں گے اور جلی کر مر جائیں گے۔ تو اگر پروانوں کو جلنے سے بچانا ہے تو شہد کی مکھی کو باغ میں نہ جانے دیں۔ اسی طرح اگر ایک مومن خود کو گناہوں کے عذاب سے بچانا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ اس دلو پر ہی نہ جائے جہاں اس کے بھٹکنے کا امکان ہو۔

جبھی تمام ایسے مباحات بھی چھوڑنے کی تاکید ہے کہ جو مقصد مہ بنتے ہیں کسی حرام اور گناہ کا۔ مثلاً رات کو دیر تک جاگنا مباح ہے لیکن اگر اسکی عادت ہوگئی تو امکان قوی ہو سکتا ہے کہ نماز صبح کی قضا کا گناہ لازم آئے گا۔ لہذا اس مباح کو ترک کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح خوش اخلاقی بہت اچھی چیز ہے لیکن اگر انسان زیادہ ہنسی مذاق کا عادی ہو جائے تو امکان ہے کہ وہ کسی کا مذاق اڑا دے یا دل آزاری کر دے۔ لہذا اس مباح و بہتر چیز کو اعتدال میں رکھے۔

انجمن آرائی اور زیادہ باتیں کرنا مباح ہے لیکن اس مباح پر کثرت سے عمل کرنا

اس بات کا سبب بن سکتا ہے کہ وہ کسی کی غیبت کر دے یا تہمت لگا دے۔ لہذا اعتدال ضروری ہے۔ زیادہ میل جول مباح ہے بشرطیکہ یہ آپس کی ناچاقی کا سبب نہ بنے۔ یہ بھی ایک وجہ ہے کہ روزے میں بہت سارے مباحات بھی ٹھہرائے جاتے ہیں مثلاً کھانا پینا وغیرہ کیونکہ یہ نفس گناہوں کا اتنا عادی ہو جاتا ہے کہ انہیں ٹھہرانے کے لئے کچھ مباحات بھی ٹھہرائے جاتے ہیں جیسے اگر ایک کا غذا ایک سمت میں موڑ دیا جائے تو یہ اس وقت تک مکمل سیدھا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کو مخالف سمت میں اتنا ہی نہ موڑ دیا جائے۔

تو ہمارا یہ نفس بھی گناہوں کا اتنا عادی ہو گیا ہے کہ جب تک اس سے کچھ مباحات نہ ٹھہرائے جائیں، یہ ترک گناہ پر آمادہ نہیں ہوتا۔ روایات میں ملتا ہے کہ حضرت یحییٰؑ نے ایک دفعہ شیطان سے پوچھا تھا کہ تیرے پسندوں میں سے میرے لئے بھی کوئی پسند ہے؟ شیطان نے کہا ہاں! جب آپ کھانا کھاتے ہیں تو آپ کے سامنے آتا ہوں تاکہ آپ زیادہ کھائیں اور زیادہ کھا کر سوئیں اور رات کو عبادت کے لئے نہ اٹھ سکیں۔ یہ وہ مباح کام ہے جو کہ عبادت کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ حضرت یحییٰؑ نے عہد کیا کہ جب تک زخمہ ہیں، رات کو سیر ہو کر نہ کھائیں گے اور شیطان نے بھی عہد کر لیا کہ آئندہ کبھی بنی آدم کے سامنے اپنے راز کو فاش نہ کرے گا۔

﴿ طریقہ ۱: روزانہ سونے سے پہلے اپنا محاسبہ کریں ﴾

یہ طریقہ بھی گناہ ترک کرنے کے لئے انتہائی فائدہ مند ہے۔ امام موسیٰ کاظمؑ فرماتے ہیں کہ ”وہ ہم میں سے نہیں ہے جو اپنے نفس کا روزانہ حساب نہیں کرتا۔“

مولانا علی فرماتے ہیں ”انسان کے لئے کتنا ضروری ہے کہ ایک وقت اپنے لئے معین کرنا جبکہ تمام کاموں سے فارغ ہو چکا ہو، اس وقت اپنے نفس کا حساب کرے اور سوچے کہ گزرے ہوئے دن اور رات میں کونسے اچھے کام اور فائدہ مند کام انجام دیئے ہیں اور کونسے بُرے اور نقصان دینے والوں کاموں کو بجالایا ہے۔

مولانا علی ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ”اپنے نفس سے جہاد کرو اور اس سے ایک شریک کی مانند حساب کتاب لو اور قرض خواہ کی طرح اس سے حقوق الہی کے ادا کرنے کا مطالبہ کرو کیونکہ سب سے زیادہ سعادت مند انسان وہ ہے جو اپنے نفس کے حساب کے لئے آمادہ ہو۔

اور فرمایا : اور جو نفس اپنے نفس کا حساب کرے وہ اپنے عیبوں سے آگاہ ہو جاتا ہے اور اپنے گناہوں کو جان لیتا ہے اور ان سے توبہ کرتا ہے اور اپنے عیبوں کی اصلاح کرتا ہے۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں: ”اس سے پہلے کہ قیامت کے دن تمہارا حساب لیا جائے تم اس دنیا میں اپنا حساب خود کر لو کیونکہ قیامت کے دن ۵۰ مقامات پر اپنے بندوں کا حساب لیا جائے گا اور ایک مقام میں ہزار سال تک اس کا حساب لیا جاتا ہے گا۔

رسول خداؐ فرماتے ہیں: کیا میں تمہیں عقلمندوں کا عقلمند اور احمقوں کا احمق نہ بتاؤں؟ صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا!

”سب سے عقلمند انسان وہ ہے جو اپنے نفس کا حساب کرے اور مرنے کے بعد کے لئے نیک عمل بجالائے اور سب سے احمق وہ ہے جو خواہشات نفس کی پیروی کرے اور دور دراز خواہشوں میں سرگرم رہے۔“

ایک آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ! انسان کس طرح اپنے نفس کا حساب کرے؟ آپ نے فرمایا ”جب دن ختم ہو جائے اور رات ہو جائے تو اپنے نفس کی طرف رجوع کرے اور اسے کہے اے نفس: آج کا دن بھی چلا گیا اور یہ پھر لوٹ کر نہیں آئے گا۔ خدا تجھ سے اس دن کے بارے میں سوال کرے گا کہ اس دن کو کون چیزوں میں گزارا ہے؟ اور کونسا عمل انجام دیا ہے؟ کیا اللہ کا ذکر اور اسکی یاد کی ہے؟ کیا کسی مومن بھائی کا حق ادا کیا ہے؟ کیا کسی مومن بھائی کا غم دُور کیا ہے؟ کیا اُس کی غیر حاضری میں اسکے اہل و عیال کی سرپرستی کی ہے؟ کیا اُس کے مرجانے کے بعد اسکے اہل و عیال کی سرپرستی کی ہے؟ کیا کسی مومن بھائی کی نصیحت سے دفاع کیا ہے؟ کیا کسی مسلمان کی مدد کی ہے؟ آج کے دن کیا کیا ہے؟ اس دن جو کچھ انجام دیا ہو اُس کو ایک ایک کر کے یاد کرے اور اگر وہ دیکھے کہ اس نے نیک کام انجام دیئے ہیں تو خدا کا اس نعمت اور توفیق پر شکر یہ ادا کرے اور اگر وہ دیکھے کہ اُس نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے اور تافرمانی بجالایا ہے تو توبہ کرے اور ارادہ کر لے کہ اس کے بعد گناہوں کا ارتکاب نہ کرے گا اور پیغمبر اور اُن کی آل پر درود پڑھ کر اپنے نفس کی کٹافتوں کو اس سے دور کرے اور امیر المؤمنین کی ولایت اور بیعت کو اپنے نفس کے سامنے پیش کرے اور اُن کے دشمنوں پر لعنت بھیجے۔ اگر اس نے ایسا کر لیا تو خدا اس سے کہے گا کہ میں تم سے قیامت کے دن حساب لینے میں سختی نہ کروں گا کیونکہ تم میرے اولیاء کے ساتھ محبت رکھتے تھے اور ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھتے تھے۔“

لہذا بہتر ہے کہ مومن روز کا خذ قلم لے کر بیٹھے اور اپنا حساب کرے ایک دفعہ مکمل پابندی سے ایک ماہ تک اس طریقے پر عمل کر کے دیکھے تو اُس کے ثمرات اور فوائد کو حاصل کرے گا اور گناہوں کے ارتکاب میں نمایاں کمی ہوتی چلی جائے گی اور ایک

رسول ارشاد فرماتے ہیں: ”وضو کرو خواہ نختی میں ہو یا آسانی میں۔“
امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: ”جو شخص وضو کر کے بستر پر جائے گویا اس کا بستر ہی
اسکی مسجد ہے۔“

حدیث قدسی میں ارشاد ہے: ”جس کا وضو باطل ہو جائے اور وہ (دوبارہ) وضو نہ
کرے تو اُس نے مجھ پر جفا کی۔“

رسول ارشاد فرماتے ہیں: ”نختی کی حالت میں کامل وضو کرنا (گناہوں کا) کفارہ ہے۔“
فرمایا: ”جس نے اچھی طرح وضو کیا، خطائیں اُس کے جسم سے خارج ہو جاتی ہیں۔“
فرمایا: ”جو شخص بھی وضو کے لئے حرکت کرتا ہے اُس کے اعضاء و جوارح سے گناہ جھڑ
جاتے ہیں۔“

فرمایا: ”وضو کے معنی ہیں کہ جب تم نے اپنے ہاتھ کو برتن میں رکھا اور بسم اللہ کہہ دیا
تو جو گناہ تم نے ہاتھ سے انجام دیئے ہیں وہ دودھ ہو جاتے ہیں اور جب تم نے اپنا چہرہ
دھویا تو جو گناہ تمہاری دو آنکھوں اور زبان سے سرزد ہوئے ہیں وہ دھل جاتے ہیں اور
جب سر اور پیروں پر مسح کرتے ہو تو جن گناہوں کی طرف تم نے قدم بڑھائے تھے وہ
ختم ہو جاتے ہیں۔ تو یہ ہیں وہ فائدے جو وضو سے تمہیں حاصل ہوتے ہیں۔“

امام موسیٰ کاظمؑ فرماتے ہیں کہ ”جو شخص نماز مغرب کے لئے وضو کرے تو یہی وضو
گناہان کبیرہ کے سوا اُس کے اُس دن کے تمام گناہوں کا کفارہ ہے اور جو شخص نماز
فجر کے لئے وضو کرے تو یہی وضو گناہان کبیرہ کے علاوہ اس رات کے تمام گناہوں کا
کفارہ ہے۔“

علماء فرماتے ہیں کہ مومن کے سامنے دو طرح کی آگ ہوتی ہے۔ دنیا میں ہدایت
کی آگ اور آخرت میں جہنم کی آگ، اللہ نے وضو و غسل کے لئے پانی اور مٹی کو

(تیم کے لئے) انسان کی طہارت کا ذریعہ قرار دیا ہے تاکہ دنیا کی ہمت کی آگ کو اور آخرت میں جہنم کی آگ کو بجھا دے۔

کسی نے ایک نیک اور صالح انسان کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا کہ اُن کا چہرہ بہت پُر نور ہے اور وحشت میں چہل قدمی میں مصروف ہیں۔ اُس نے پوچھا آپ نے دنیا میں کونسا ایسا کام انجام دیا ہے جس کی وجہ سے اس مقام تک پہنچے ہیں؟ جواب دیا: میں ہمیشہ با وضو رہتا تھا۔

مولائے کائنات نے ارشاد فرمایا: "ایک زمانہ آئے گا جس میں بُرائیاں بہت بڑھ جائیں گی، جب ہم اس زمانے کو پاؤ تو با وضو ہو۔"

﴿ طریقہ ۱۸: نفس کو سز لیں دیں ﴾

یہ ایک انتہائی مجرب طریقہ ہے کہ ابتداء ہی میں اپنے نفس کو خطاب کرتے ہوئے ڈرائیں کہ میں نے حتمی ارادہ کر لیا ہے کہ اب گناہوں کو ترک کر دوں گا اور اے نفس اگر تو نے اس میں میری مدد نہ کی اور مجھ سے گناہ کا ارتکاب ہو گیا تو فلاں سزا تجھے جاری کروں گا۔

مثلاً اگر میں نے نیت کی تو اگلے دن روزہ رکھوں گا یا پوری رات شب بیداری کروں گا۔

یا اگر جھوٹ بولا تو پورے دن پانی نہ پیوں گا یا ۳ وقت کا کھانا نہ کھاؤں گا۔

یا اگر کسی کو بُرا کہا تو اتنے پیسے راہ خدا میں دوں گا کہ نفس پر گراں گذرے۔

یا اگر کسی مومن کا مذاق اڑایا ہو تو ۲ گھنٹے دھوپ میں بیٹھا رہوں گا کہ جہنم کی آگ نہ

بھلا سکوں۔

امیر المؤمنین فرماتے ہیں: جو شخص اپنے نفس کو ریاضت اور تکلیف میں زیادہ

رکھے گا وہی اُس سے فائدہ اٹھائے گا۔

مولا علیؑ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ: نفس کو اپنا قیدی بنانے اور اسکی عادات کو ختم کرنے میں بھوک بہت ہی زیادہ مددگار ہوتی ہے۔

اگر اس خطاب اور عہد کے بعد بھی کوئی گناہ ہو جائے تو بغیر کسی نرمی اور سستی کے جس سزا کا وعدہ نفس سے کیا ہوا تھا، فوراً اُس پر جاری کر دیں۔ جب نفس کو یہ احساس ہو جائے گا کہ ہم گناہ نہ کرنے پر ڈٹے ہوئے ہیں اور سزا بھی ملے گی تو وہ ہماری بات ماننے پر مجبور ہو جائے گا۔

بہت تعجب کا مقام ہے کہ ہم دنیاوی امور میں معمولی سی غلطی پر دوسروں کو سزا دیتے ہیں اور تنبیہ کرتے ہیں لیکن اپنے نفس کو پاک کرنے میں اس روش پر عمل نہیں کرتے۔

نفس کو سزائیں دینا رسولؐ و ائمہؑ کے ادوار میں بھی جاری تھا اور لوگ اس طریقے سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ رسولؐ اللہ کے دور میں ایک صحابیؓ اپنے لباس کو اتار کر سخت گرم ترین ریت پر رکھ دیتے تھے اور اپنے چہرے، پیٹ اور پیشینے کو اس گرمی کی سزا دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اے نفس امارہ! اس گرم ریت کی گرمی کا مزہ چکھ اور جان لے کہ دوزخ کی آگ کی گرمی اس سے کہیں زیادہ سخت تر ہے۔ رسولؐ اللہ نے انہیں اپنے پاس بلایا اور اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ مجھے خدا کے خوف نے اس کام کے کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا واقعی تو خدا سے خوفزدہ ہوا ہے اور اللہ نے تیرے اس عمل سے آسمان کے فرشتوں پر فخر کیا ہے۔

امام صادقؑ نے نفسانی خواہشات کے علاج کے لئے فرمایا کہ دن میں بھوک اور پیاس اور رات کی بیداری سے بہتر کوئی ہتھیار نہیں ہے اور نفس سے اس جنگ کے دوران مر جائے تو شہید ہو کر اس دنیا سے جائے گا اور اگر زندہ رہا تو بالآخر رضوان اکبر

کو حاصل کر لے گا۔

رسول اللہ کے ایک صحابی ابو مسعود کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے اپنے ایک غلام کو اسکی لٹلی پر مارا تو میں نے اپنی پیٹھ کے پیچھے سے ایک آواز سنی "اے ابو مسعود اللہ کو تجھ پر زیادہ قدرت ہے اس قدرت سے جو تجھے اس غلام پر حاصل ہے، جس کو تم مار رہے ہو۔ میں نے متوجہ ہو کر دیکھا کہ یہ آواز کہاں سے آئی تو دیکھا "فَاذَا هُوَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ" (وہ تو اللہ کے رسول تھے)، وہ آپکی آواز تھی۔

۔ جی اٹھے مُردے تری آواز سے

ابو مسعود "فوراً متوجہ ہو گئے اور کہا اے اللہ کے رسول "هُوَ حَوْثٌ لِرُؤْيِهِ اللَّهُ" (اس غلام کو میں نے اللہ کے لئے آزاد کر دیا اس غلطی کی تلافی میں) تو رسول اللہ نے فرمایا: اگر تم ایسا نہ کرتے (اور غلام پر رحمت نہ دکھاتے) تو جہنم کی آگ تمہیں جھلسا دیتی اور جلا کر رکھ کر دیتی۔

جب امام زین العابدینؑ کو وضو کے لئے پانی دینے وقت کنیر کے ہاتھ سے برتن گر گیا اور امام کا سر مبارک زخمی ہو گیا تو اس کنیر نے فوراً قرآنی آیت پڑھی

وَالْكَلْبِطِيِّنَ الْعَيْظُ (سورۃ النور آیت ۳۳)

اللہ کے خاص بندے وہ ہیں جو غصہ کو پی جاتے ہیں۔

فوراً فرمایا "قد كسظمت عيظي" (میں نے اپنے غصہ کو پی لیا) یہ نہیں سوچا کہ کنیر کبہر ہی ہے۔ خدا کا کلام سنا اور فوراً اطاعت کی۔ کنیر نے فوراً اسی آیت کے اگلے بڑکی تلاوت کی۔

وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ (سورۃ النور آیت ۳۳)

اور وہ لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔

فراماتم نے فرمایا

”قد عفوت عنك“

(میں نے تیری خطا معاف کر دی)

اُس نے کہا

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (سورہ آل عمران آیت ۳۴)

اور احسان کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں۔

فرمایا جا میں نے اللہ کے لئے تجھے آزاد کر دیا۔

خلاصہ یہ کہ ہر مومن لٹھلی یا گناہ ہو جانے پر فوراً اپنے نفس کو تادیب کرے، اسے سزا دے۔ جب دو، چار پانچ دنوں وقفہ ایسا ہوگا تو یقین جانئے کہ اس کے بعد گناہ بالکل سرزد نہ ہوں گے۔

حوزہ عالیہ کے طالب علم نماز شب کی پابندی کے لئے اگر کبھی نماز شب ان سے چھوٹ جائے اور وہ سوتے رہ جائیں تو آگلی رات نفس کی تادیب کے لئے جاگ کر گزارتے ہیں تاکہ آئندہ یہ عظیم نیکی ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ یہ بات یاد رہے کہ نفس کو سزائیں دینے میں کسی غیر شرعی امور کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ یہ حرام ہوگا اور گویا ترک گناہ کے لئے کسی گناہ کا سہارا لینے کے مترادف ہوگا۔ اس سلسلے میں فقط مشروع طریقوں کو اختیار کیا جائے۔

ایک شخص نے ایک عالم سے پوچھا کہ مجھ سے نمازیں بہت قضا ہو جاتی ہیں، کوئی ایسا وظیفہ بتائیے کہ نماز کی پابندی ہو جائے۔ تو عالم نے جواب دیا کہ کسی وظیفے یا ذکر کی ضرورت نہیں جب ایک نماز قضا ہو جائے تو ایک وقت کا فائدہ کرو۔ اگر پانچ وقت کی قضا ہو جائے تو پانچ وقت کا فائدہ کرو، اگلے دن سے ایک نماز بھی قضا نہ ہوگی۔

﴿ طریقہ ۱۹ : مستحبات پر عمل ﴾ ﴿ اور مکروہات سے پرہیز ﴾

یہ بات بہت آزمودہ اور تجربہ شدہ ہے کہ جو شخص مستحبات کی بجا آوری کا اور مکروہات سے بچنے کا زیادہ اہتمام کرتا ہے تو بالآخر گناہوں سے بھی بچ ہی جاتا ہے اور یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے بلکہ حرام اور مشتبہ امور کا خیال بھی دماغ سے جھٹک دیا جائے۔ رضی اللہ عنہما ابن طاووسؒ کسی بھی ایسی غذا کو نہیں کھایا کرتے تھے جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ ہر لقمہ سے پہلے بسم اللہ پڑھا کرتے تھے۔ گھر کی عورتوں سے پوچھا کرتے تھے کہ بتاؤ روٹی پکاتے وقت اللہ کا نام لیا تھا یا نہیں، اگر نہ لیا ہوتا تو وہ روٹی نوش نہ فرماتے۔ بتائیے کہ جب مستحبات کی بجا آوری کا اس زور و شور سے اہتمام ہوگا تو گناہوں کی گنجائش کہاں ہوگی؟ امام ثنینیؒ کے عزیز فرماتے ہیں کہ ایک دن امام ثنینیؒ نے فرمایا ”یہ بچھا ہوا فرش یہاں سے اٹھاؤ کیونکہ اس پر حیوانات کی تصویر نقش ہے اور انہیں گھر سے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے جہاں ایسی تصویر ہو۔“

شہید اولؒ اپنی کتاب ”قواعد“ میں لکھتے ہیں کہ اپنی زندگی مباح کاموں میں صرف کرنا خواہ کچھ دیر کے لئے ہی کیوں نہ ہو، خسارے کی بات ہے، ثواب میں کمی واقع ہوتی ہے اور انسان کے درجات کم ہو جاتے ہیں۔

آیت اللہ عبد اللہ شوشتریؒ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: جب سے مجھے میرے استاد نے اجتہاد کی سند عطا فرمائی ہے، جب سے میں نے کوئی مباح اور مکروہ کام بھی انجام نہیں دیا یہاں تک کہ کھانے، پینے اور سونے میں بھی اس بات کا خیال رکھتا ہوں۔

مقدس اردو بیٹی کے بارے میں منتخب التواریخ میں ہے کہ
حرام و مکروہ تو رہا ایک طرف، چالیس سال تک انہوں نے کوئی مباح کام بھی نہ
کیا تھا۔

امام طہیجی بھی بھی ذکر الہی، نوافل اور مستحبات کی بجا آواری سے غافل نہ ہوتے
تھے۔ راستہ چلتے ہوئے بھی ہاتھ میں تسبیح رکھتے تھے اور مسلسل ذکر الہی انجام دیتے
رہتے تھے اور زیارت پڑھتے رہتے تھے۔ جیسے ہی موقع ملتا تھا فوراً تلاوت قرآن
شروع کر دیتے تھے۔ رات کی تاریکی میں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر گریہ و زاری
کیا کرتے تھے۔ جیسے ہی نماز کا ازل وقت آتا تھا، ہر کام چھوڑ کر نماز کے لئے آمادہ ہو
جاتے تھے۔

بعض ممتاز علماء کی سیرت میں ملتا ہے کہ ان کی ہتھیلیوں کے نیچے بھی نماز میں ایسی
ہی چیزیں ہوا کرتی تھیں جن پر سجدہ کرنا صحیح ہوتا ہے۔ شیخ مرتضیٰ انصاریؒ "بالغ ہونے کے بعد سے ہر نماز کے بعد تعقیبات کے ساتھ
ساتھ ایک پارہ قرآن مجید، نماز جعفر طیار، زیارت جامعہ اور زیارت عاشور بھی ہر روز
باقاعدگی کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

بعض صاحبان ایمان کو ہر مہینے اور ہر دن کی دعائیں زبانی یاد ہوتی ہیں اور وہ انہیں
باقاعدگی سے پڑھا کرتے ہیں۔

علامہ محمد حسین طباطبائیؒ کے ہونٹ ہمیشہ ذکر الہی میں متحرک رہا کرتے تھے۔
ملا صد رانے ۷ مرتبہ پیدل حج کئے اور آخری حج کے دوران ہی انتقال کر گئے تھے۔
مرزائے قمیؒ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ گھر پر ہی باجماعت نماز قائم کیا کرتے تھے۔
لہذا مومنین کو چاہیے کہ ترک گناہان کے لئے عام زندگی میں مستحبات پر پابندی سے

عمل کی عادت ڈالیں۔ وضو و نماز کے مستحبات، بیت الخلاء، جانے آنے کے آداب، کھانے پینے کے آداب و مستحبات، صدقہ و خیرات، دعائیں و اذکار کی پابندی سے کسی گناہ کو کرنے کا دل ہی نہ چاہے گا۔

﴿ طریقہ ۱۰: درس اخلاق میں پابندی سے شرکت ﴾

مسلسل اور پابندی سے درس اخلاق میں شرکت مؤمن کو گناہ کے ارتکاب سے روکتی ہے۔ کوشش کریں کہ اگر کہیں ایسے درس اخلاق ہوتے ہوں تو اس میں پابندی کے ساتھ شرکت کی جائے۔ ورنہ ہم خیال مومنین کا ایک گروپ بنا کر اس کا انعقاد کروایا جائے۔ اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو علمائے اخلاق کے دروس کے کیمسٹس لے کر سنئے جائیں۔

ہوسکتا ہے کہ ایک چنگاری علم آپ کے دل و دماغ پر پڑے اور وہ تمام صفاتِ رزلیہ کو جلا کر رکھ دے کہ جس سے دل و دماغ پاک و پاکیزہ ہو جائیں۔ کتنے ہی بڑے بڑے گناہ گار ایسے گذرے ہیں جنہیں کسی عالم باعمل کے ایک جملے نے تبدیل کر دیا۔ ہوسکتا ہے کہ آپ پورا ایک ماہ منبر سے تقاریر سنتے رہیں اور آپ کو اتنا فائدہ نہ محسوس ہو تو مایوس نہ ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ ہمیں تقاریر سننے کے بعد آپ کے دل و دماغ پر ایک تقریر اثر کر جائے اور آپ کے اندر ایک انقلاب برپا ہو جائے۔ جیسے ایک چنگاری ہی پیٹرول کے بڑے ذخیرے کو دھماکے سے اڑا دیتی ہے اور آپ سو سال کے سفر کو ایک رات میں بلکہ ایک گھنٹے ہی میں طے کر لیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ کام جو ایک درس نے کر دیا ہو وہ کئی دینی و مذہبی کتابوں کے مطالعہ سے بھی نہ ہو سکے۔

امام مبینی فرماتے تھے کہ قرآن میں سحر اسی لئے ہے کہ اخلاقی مسائل کو بار بار بیان کیا جائے اگر قرآن میں یہ سحر نہ ہوتی تو یہ قرآن کا نقص شمار ہوتا۔ جس طرح بچے کو بار بار منع کیا جاتا ہے اور اس سحر کا سلسلہ جاری رکھتا ہے اور اس طرح بچہ ادب سیکھتا چلا جاتا

ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ابتدائی طور پر چند دفعہ وعظ و نصیحت کا سچے پراثر نہ ہو اور ۱۰ ویں، ۲۰ ویں یا پچاسویں بار ہو جائے۔ ہمیشہ علمی فائدہ ہی درس و تدریس میں ضروری نہیں ہوتا بلکہ تکرار اور یاد دہانی بھی ضروری ہوتی ہے۔

آیت اللہ شہید مرتضیٰ مطہریؒ فرماتے ہیں :

میں امام ثنیعیؒ کے درس اخلاق میں جایا کرتا تھا، جمعرات اور جمعہ کو ہونے والے دروس سن کر میں اتنا منہمک اور بے خود ہو جاتا تھا کہ پیر اور منگل تک مجھ پر ان کا اثر باقی رہتا تھا۔ میری معنوی شخصیت کی تعمیر میں ان دروس کا بہت اہم حصہ ہے۔

آیت اللہ اعظمیؒ آقائے بروجردیؒ نے مرحوم الحاج مرزا علی آقا شیرازیؒ کو اخلاق کا درس دینے کے لئے رقم بٹوایا تھا۔

جب ہر علم کو سیکھنے کے لیے کسی رہبر و استاد کی ضرورت ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اخلاق کو سیکھنے اور سمجھنے کے لئے کسی کی ضرورت نہ ہو۔

معلم اخلاق کے انتخاب میں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ اس کے قول اور فعل میں تضاد نہ ہو۔ مخلص ہو کہ کاغذ پر لکیریں فقط اسی وقت سیدھی ہوں گی جب اس کا بیان (اسکیل) سیدھا ہوگا۔ ایسے علماء ہوں جو خست دنیا و خست جاہ و شہرت کی خواہشات سے پاک ہوں۔

علامہ محمد حسین طباطبائیؒ کے شاگرد بہت کوشش کرتے تھے کہ ان کے پیچھے نماز باجماعت پڑھیں، جبکہ وہ انتظار کرتے تھے کہ کسی اور کی اقتداء میں نماز ادا کریں۔ ایک دن ایک شاگرد نے علامہ طباطبائیؒ سے کہا ”چالیس سال سے دل میں یہ خواہش رکھتا ہوں کہ ایک نماز آپ کی امامت میں ادا کروں، ابھی تک مجھے یہ سعادت حاصل نہیں ہو سکی ہے۔ آج میری یہ خواہش پوری کر دیجئے۔ اس بات پر آپ نے مسکرا کر فرمایا: ان چالیس سالوں میں ایک سال کا اضافہ اور سہی۔ پھر فرمایا میری درخواست ہے کہ تم ہی نماز پڑھاؤ۔

شاگرد نے تعمیلِ حکم کی اور انتہائی شرمندگی اور خجالت میں نماز مغرب کی امامت کی اور علامہ طباطبائیؒ نے اس کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

آپؐ ہمیشہ رسول اللہ کی اس روایت پر عمل کرتے تھے کہ ”اپنے عمل کو ہر قسم کی ریا کاری اور دکھاوے سے محفوظ رکھو اور صرف خوشنودی خدا کے لئے انجام دو کیونکہ تمہارے عمل کا خریدار اللہ ہے اور وہ تمہارے عمل کی حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے۔

ایک دانشور کا کہنا ہے کہ ”لوگ ہمیشہ عالم دین سے عمل کے اعتبار سے ایک درجہ کم ہوا کرتے ہیں اس طرح کہ اگر عالم نیک اور پرہیزگار ہو تو لوگ اسکی پیروی میں حرام کا ارتکاب نہ کریں گے، البتہ مکروہات کر سکتے ہیں۔ عالم اگر مستحبات پر عمل کرے گا اور مکروہات سے بچے گا تو لوگ فعلِ مباح تو انجام دیں گے۔ عالم اگر مباح کاموں کو کرے گا تو لوگ مشتبہ اور مشکوک افعال انجام دیں گے۔ اسی طرح عالم اگر مشکوک افعال انجام دے گا تو لوگ حرام کام کرنے لگیں گے اور اگر عالم حرام کام کر بیٹھے گا تو باقی لوگ بالکل بدین و فاسق و فاجر بن جائیں گے۔ بعض جگہوں پر اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ بقول امام خمینیؒ ”لوگ ایسے بے عمل عالم سے نہیں بلکہ پوری صیغہ علماء سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

لہذا علمائے باعمل کے دروس کا انعقاد کروانا ہر علاقے کے مومنین کے فرائض میں سے ہے، محلے کی مسجد یا مومنین کے گھر پر دروس پابندی سے ہونے چاہئیں۔ تب ہی معاشرے سے گناہ کم ہوں گے، نیکو کاروں کی تعداد میں اضافہ ہوگا۔ نیک اور صالح افراد کی اکثریت گناہگاروں پر غالب آئے گی اور بُرائی اور گناہ ختم ہوتے جائیں گے۔ امید ہے کہ مومنین جلد ہی اس سلسلے میں اقدام کریں گے۔

﴿ طریقہ اول: روزے رکھنے ﴾

ترک گناہان کے لئے روزے انتہائی اہم ہیں اور اس کی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا حَبِّبْ عَلَيْكُمُ الصِّيَامَ كَمَا
حَبِّبَ عَلَيَّ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

(سورہ البقرہ، آیت ۱۸۳)

اے ایمان والوں! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں

جیسے پچھلی امتوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقے ہو جاؤ۔

روزہ سے گناہ اس طرح چھوٹتے ہیں کہ روزہ انسان کی قوت حیوانیہ و قوت شھوانیہ کو توڑتا ہے۔ جب حیوانی خواہشات اور گناہ کے تقاضے کچلے جائیں گے تو گناہ کے لئے اقدام کرنے کا داعیہ اور جذبہ سست پڑ جائے گا۔

تقویٰ کے معنی ہیں خدا کی عظمت کے احساس سے گناہوں سے بچنا اور تنہائی میں بھی انسان اُن تمام گناہوں کو انجام دیتے ہوئے ڈرتا ہے کہ خدا مجھے دکھ رہا ہے۔

اگر ایک ہفتہ میں کم از کم ۲ دن (مثلاً پیر اور جمعرات) مومن روزے رکھتا رہے، اگر قضا موجود ہوں تو قضا ورنہ مستحب روزے۔ تو ہر دفعہ بار بار گناہ کا خیال آنے پر یاد آئے گا کہ میں روزے سے ہوں اور اس طرح بار بار کی مشق (practice) گناہوں سے بچنے کی ہوگی اور اسی طرح تقویٰ کی شمع روز بروز روشن تر ہوتی جائے گی۔

روزہ اصل میں ایک عملی تربیت ہے اور تقاضا ہے کہ اس کو اور ترقی دو، آگے بڑھاؤ۔ جس طرح روزے کی حالت میں شدتِ پیاس کے باوجود پانی پینے سے رُک گئے، خدا کے خوف سے کھانا کھانے سے رُک گئے، اسی طرح جب زندگی گزارو تو وہ مقام جہاں خدا کی نافرمانی کا جذبہ اور داعیہ پیدا ہو تو وہاں بھی خدا کے خوف سے رُک جاؤ۔ رمضان

کے ۳۰ روزے اصل میں ایک تربیتی کورس ہے اور یہ کورس اس وقت تک مکمل نہ ہوگا جب تک تمام کاموں میں گناہوں سے بچنے کا جذبہ پیدا نہ ہوگا۔ یہ کیا ہوا کہ خدا کے خوف سے پانی پینے سے تو رک گئے لیکن عام زندگی میں زبان، اعضاء و جوارح سے گناہ بھی ہو رہے ہیں۔ گویا حلال کو تو چھوڑ دیا مگر حرام میں گرفتار رہے۔ ایسا ہی ہے جیسے گرمی سے بچنے کے لئے کمرے میں ایئر کنڈیشنر تو لگا دیا مگر گناہوں کی کھڑکی کھلی چھوڑ دی۔

لہذا روزہ رکھنے سے گناہوں کے دوسو سے اور تقاضے کمزور پڑ جاتے ہیں اور گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔

بعض افراد کا کہنا ہے کہ روزہ اُس وقت زیادہ مفید ہے جب انسان کی خوراک نصف حد تک کم ہو اسی وجہ سے آپ دیکھیں گے کہ روزہ میں وقتِ عصر شہوت بہت حد تک کم ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ فضول گفتگو کرنے کی شہوت، کھانے کی شہوت بھی کم ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیٹ کی یہ آواز یوں ہی ہے اور انسان کو اس کا سیر نہیں ہونا چاہیے۔ اسی وجہ سے بھوک کو سفید موت کہا جاتا ہے کیونکہ یہ دل کو سفید کر دیتی ہے۔ لہذا مومنین کو روزہ رکھ کر عفت اور تقویٰ حاصل کرنا چاہیے۔ تقویٰ محدود ہو جانے کو نہیں کہتے بلکہ نفس کے مالک ہونے اور اُس پر غلبہ کا نام تقویٰ ہے۔ روزہ ایک ایسی عبادت ہے کہ جس میں اخلاص اور قصدِ قربت کی تکمیل اور تربیت ہوتی ہے۔ گناہوں اور لذات کے ترک سے روزہ دار کا دل صاف اور پاک ہو جاتا ہے اور وہ نور خدا کو جذب کرنے کی زیادہ قابلیت پیدا کر لیتا ہے۔ اسی لئے روزہ دار کا سانس لینا اور سونا بھی ثواب اور عبادت بتایا گیا ہے، روزہ میں انسان زیادہ نماز، دعا، ذکر اور تلاوتِ قرآن اور صدقہ و خیرات کی طرف مائل ہوتا ہے اور یہ سب چیزیں خود بھی اسے گناہوں سے اور دور کر دیتی ہیں۔

﴿ طریقہ ۲۲ : روزانہ مسلسل اور بار بار توبہ ﴾

توبہ، تہذیب اخلاق کے حصول کا پہلا قدم ہے اور یہ سالکین کے سفر کا نقطہ آغاز ہے۔ مولانا محسن فیض کاشانیؒ ”محجة البیضاء“ کی ساتویں جلد میں فرماتے ہیں۔

”اس میں کیا مشکل ہے کہ سب فرزند ان آدمی اور تکاپ خطا کے بعد حضرت آدمؑ کی پیروی کریں اس لئے کہ صرف نیک اعمال کی بجا آوری فرشتوں سے ہی ہو سکتی ہے جبکہ بُرائی کی تلافی نہ کرنا شیاطین کی خصوصیت ہے اور شر کے بعد خیر کی طرف پلٹنا انسان کی طبیعت ہے۔“

امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ :

”اے میرے معبود تو نے اپنے بندوں کے لئے غفور و درگزر کا دروازہ کھولا ہے اب جبکہ دروازہ کھلا ہے، کوئی اس دروازے سے نہ گزرے تو اُس کے پاس کیا عذر باقی ہے؟“

مولانا علی فرماتے ہیں ”موت کے خطرے کی موجودگی میں جو شخص توبہ میں تاخیر کرتا ہے وہ سب سے بڑے خطرے سے دوچار ہے۔“

رسول اسلام فرماتے ہیں کہ : ”توبہ کو مقدم اور گناہ کو مؤخر رکھو۔“

پروردگار عالم کا توبہ کے لئے بار بار حکم دینا اس بات کی دلیل ہے کہ معاف کر دینے کا مکمل ارادہ ہے۔

وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (سورہ نور، آیت ۴)

”اے اہل ایمان! تم سب اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو، امید ہے کہ تم فلاح پاؤ گے۔“

آیت میں جمیعاً کا لفظ اس بات کی دلیل ہے کہ ہر گناہ گار کو توبہ کا حکم دیا گیا ہے اور بار بار توبہ جب مومن کرتا رہے گا تو آیت میں فلاح پا جانے کی خوشخبری بھی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ بار بار کی توبہ گناہوں سے بالآخر مکمل طور پر بچا کر لے جائے گی۔

سورہ نساء، آیت الہامیہ ہے کہ

مگر جو لوگ توبہ کر لیں، ایمان لائیں اور عمل صالح انجام دیں
تو اللہ ان کی بُرائیوں کو نیکیوں سے تبدیل کر دے گا۔

بس یہ بات یاد رہے کہ

- ۱۔ توبہ کرنے والا مسلسل کوشش کرتا رہے۔
 - ۲۔ گناہوں کی محافل و عوائل سے دور رہے جو اسکے اندر گناہ کی رغبت کو پیدا کریں۔
 - ۳۔ ایسے ذمے، قلمیں یا مناظر نہ دیکھے جو اسے گناہ کی طرف لے جائیں۔
 - ۴۔ نیکیوں کو مسلسل انجام دیتا رہے۔
 - ۵۔ جس جس کا حق ماہر ہو، وہ اسے واپس کرے۔
 - ۶۔ جو عبادات فوت ہوئی ہوں تو ان کی قضا بجالاتے مثلاً نماز، روزہ، حج وغیرہ۔
 - ۷۔ جن گناہوں کے کفارے موجود ہیں ان کے کفارے ادا کرے مثلاً قسم توڑنا
بلاعذر شرعی روزہ نہ رکھنا وغیرہ۔
 - ۸۔ جو گناہ دل کو تار یک کر دیتے ہیں ان کی خرابی کی اصلاح کے لئے اس قدر
نیک اعمال انجام دے کہ نورانیت تاریکی پر غالب آجائے۔
 - ۹۔ گناہوں کا وسوسہ آتے ہی دل کو ڈکڑھنہ کی طرف موڑ دے۔
 - ۱۰۔ گناہوں کے آثار، نتائج اور آخرت کے عذابوں کا بار بار مطالعہ کرے
یا سنے کہیں غفلت کے نتیجے میں دوبارہ گناہ کی خواہش نہ پیدا ہو جائے۔
- بس ضروری ہے کہ اس طرح کی توبہ فقط اُس وقت ہی ہو سکے گی جب توبہ ہر گناہ
کے بعد ہو، بار بار ہو اور مسلسل ہو۔

﴿ طریقہ ۲۳ : پاکیزہ اور حلال غذا کھائیں ﴾

انسان کی خوراک کا براہ راست اُس کے اخلاق پر اثر ہوتا ہے۔

سورہ مومنون، آیت ۵۱ میں ہے کہ

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا

”اے رسول! پاکیزہ خوراک کھاؤ اور اعمالِ صالح انجام دیتے رہو۔“

بھار الانوار میں ہے ”جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اسکی دُعا قبول ہو، وہ اپنی خوراک

اور پیشہ (profession) پاکیزہ رکھے۔

حضرت امام حسینؑ نے عاشور کے دن کوفہ کے سنگدل فوجیوں کے سامنے جب

خطبہ دینے کا ارادہ کیا تو وہ خطبہ سننے پر آمادہ نہ ہوتے اور شور و غل کرتے تھے۔ اس پر

آپؑ نے فرمایا

مَلَيْتُ بَطْلُو نَكُمْ مِنَ الْحَرَامِ لَطَبِعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِكُمْ

چونکہ تمہارے پیٹ حرام سے بھرے ہوئے ہیں لہذا

اللہ نے تمہارے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔

ایک دن شریک بن عبداللہ، عباسی خلیفہ مہدی کے پاس گیا۔ خلیفہ نے کہا تمہیں

تین کاموں میں سے ایک ضرور قبول کرنا پڑے گا۔ یا تو تم قاضی کا عہدہ قبول کرو یا

میرے بیٹے کے استاد بن جاؤ یا ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ۔ شریک نے سوچا کہ تیسرا کام

زیادہ آسان ہے اور کھانے کے لئے تیار ہو گیا۔ جب حرام کھانوں کی دعوت سے

فارغ ہوا تو باورچی نے خلیفہ سے کہا کہ

یہ کھانا کھانے کے بعد یہ شخص کبھی فلاح و سعادت کی خوشبو بھی نہ پاسکے گا۔

اور پھر ایسا ہی ہوا۔ اس کے بعد شریک نے قاضی کا عہدہ بھی قبول کر لیا اور اُس

کے بیٹے کو پڑھانے پر بھی آمادہ ہو گیا۔

لہذا مومن کو چاہیے کہ اپنے ذرائع آمدنی اور غذا کا بہت خیال کرے کہ کہیں کوئی حرام تو اس میں شامل نہیں ہو رہا۔ کیونکہ اگر حرام اس میں شامل ہو گیا تو پھر کوئی نصیحت اثر نہ کرے گی اور انسان گناہوں کی دلدل میں دھنستا چلا جائے گا۔

لہذا مندرجہ ذیل امور کا ضرور خیال کرے اور علماء سے ضرور اپنے بھتہ کے مسائل کے مطابق معلومات حاصل کرے۔

- ۱۔ اپنی نوکری اور تنخواہ کے جائز یا ناجائز ہونے کی معلومات
- ۲۔ اپنے بزنس اور پیشے سے متعلق مسائل اور معلومات
- ۳۔ بچت اور دیگر چیزوں پر واجب الادا ٹیکس صحیح طور پر ادا ہوا یا نہیں
- ۴۔ میراث کی صحیح تقسیم ہونی یا نہیں
- ۵۔ بینک اکاؤنٹ اور مختلف اسکیموں میں لگا یا گیا پیسہ اور اس کا منافع جائز بھی ہے یا نہیں وغیرہ وغیرہ۔

غرض جس ذریعہ سے بھی مال آرہا ہے، اس کی کڑی نگرانی کرے کہ حکم خدا کی خلاف ورزی سے کہیں وہ مال حرام میں تو تبدیل نہیں ہو رہا۔ کیونکہ حرام غذا اور مال کے ساتھ گناہوں سے پرہیز دیکھنے کے ایک خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا ہے۔

﴿ طریقہ ۲۷: ارد گرد کے ماحول کو پاکیزہ بنائیے ﴾

پاکیزہ اور صاف ماحول میں پاکیزہ افرادی پروان چڑھتے ہیں اور گناہ آلود ماحول میں گناہ گاروں کی پرورش ہوتی ہے۔

نہائی کے ماحول میں بہت مشکل ہے کہ نیک انسان پروان چڑھیں خواہ تعلیمات کتنی ہی طاقتور اور موثر ہوں۔ جس طرح بارش کے قطرہوں کے بُری اور

نجر زمین پر برسنے سے خوبصورت پودے نہیں اُگتے۔ جیسی جینغیر اسلام فرماتے ہیں کہ:
کوڑے کے ڈھیر پر اُگنے والے خوبصورت پودوں سے اجتناب کرو۔

صحابہؓ نے کہا: یا رسول اللہ آپ کا اشارہ کس طرف ہے؟

آپ نے فرمایا: بُرے ماحول میں پرورش پانے والی خوبصورت عورت۔

جیسی حضرت نوحؑ نے بددعا کی تھی اور کہا تھا ”یا اللہ اگر تو نے انھیں زندہ چھوڑ دیا تو یہ فاجروں اور کافروں کے سوا کسی کو جہنم نہ دیں گے“۔ یعنی یہ لوگ خود تو کافر اور گمراہ ہیں مگر ان کے بنائے ہوئے ماحول میں پرورش پانے والی آئندہ نسلیں بھی فاجر اور کافر ہی بنیں گی۔

پہلا فریضہ تو یہ ہے کہ مومن اپنے ارد گرد کے ماحول سے گناہوں کو دور کرے، گھریلو ماحول کو پاکیزہ بنائے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ گھروں میں بخش ٹی وی جو تلخ کھٹڑے بے مہار کی طرح آزاد ہوں اور اُس گھر کے رہنے والے افراد صالح بن جائیں؟ وہاں رہنے والے بچے نیک بن سکیں؟ لہذا ضروری ہے کہ ایسے V.C.T. جو تلخ جو بخش و بیہودہ اور اخلاق سوز پروگرامز نشر کرتے ہوں، انہیں فلٹر کر کے نکالا جائے، ایسے تمام ڈائجسٹ اور میگزین جو عقائد، افکار اور کردار کے لئے خطرناک ہوں، انہیں گھر میں لانے سے باز رہا جائے۔ ٹیکو کار اور دیندار مومنین کے گھرانوں میں آمد و رفت کو بڑھایا جائے۔

گاہے بگاہے گھر میں مجالس عزائم، مصومین کے جشن ولادت، شب جمعہ دعائیہ پروگرامز، دینی معاملات پر گروپ discussions یا چھوٹے درس و تدریس کا گھروں پر بھی اہتمام کیا جائے۔ ہم خیال مومنین باری باری اپنے گھروں پر اس سلسلے کو جاری کریں اور بچوں، نوجوانوں اور عورتوں کو اس میں عملی طور پر involve کریں۔ انشاء اللہ جلد ہی اس کے ثمرات نظر آنے لگیں گے اور ماحول سے گناہ ختم اور ایک عجیب روحانیت کا

سا احساس ہونے لگے گا۔

ماحول کی بُرائی اور گناہوں کا بار بار مشاہدہ اسکی بُرائی کو نگاہ میں کم کر دیتا ہے اور آہستہ آہستہ اسے ایک عام چیز بنا دیتا ہے جیسے بے پردگی ایک عام ہی بات بن گئی ہے، جبکہ گناہوں سے انسان اُس وقت بچ سکتا ہے جبکہ وہ اس کے بُرا ہونے کا احساس کرے۔

مولانا شیخ ابلاغہ میں فرماتے ہیں :

اَلْعِلْمُ (فی) الصَّغْرِ سَمَا لِنَقْشِ فِی الْحَجَرِ

بچپن کی تعلیم پتھر پر لکیر ہوتی ہے۔

بچہ گھریلو ماحول، ماں باپ، بہن بھائیوں سے اخلاقی صفات سیکھتا ہے۔ اس طرح گناہ، جھوٹ، خیانت، بے حیائی، بد اخلاقی جیسی بُرائیاں بھی بچے بڑوں کو دیکھ دیکھ کر سیکھتے ہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ قوم نوح کے گمراہ لوگ بچوں کو حضرت نوح کے پاس لاتے تھے اور ان سے کہتے تھے کہ اس بوڑھے کو دیکھ رہے ہو، یہ ایک جھوٹا شخص ہے، اس سے بچ کر رہنا، میرے باپ نے مجھے یہی نصیحت کی اور تم بھی اپنے بچوں کو اسی طرح نصیحت کرنا۔ اس طرح اس جھوٹے اور گناہ کے ماحول میں نسلیں ایک دوسرے کے بعد آتی تھیں اور چلی جاتی تھیں۔

ارد گرد اور گھریلو ماحول کو پاکیزہ اس طرح بنایا جائے گا کہ گھر کا سربراہ برابر نیکی کا حکم دیتا رہے اور بُرائیوں سے روکتا رہے۔ اس طرح وہ خود بھی گناہوں سے بچا رہے گا اور دوسرے بھی۔

ایک صحابیؓ، رسول اللہ کے پاس آئے کہ یا رسول اللہ میں کس طرح اپنے

خاندان کو جہنم کی آگ سے بچاؤں تو آپ نے فرمایا :
 انھیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو۔ اگر وہ قبول کر لیں تو تم نے انہیں آتش جہنم
 سے بچالیا اور اگر قبول نہ کریں تو تم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

﴿ طریقہ ۵۷ : گناہ کے وقت سچے ﴾ ﴿ دل سے اعوذ باللہ پڑھنے ﴾

حکایات میں ہے کہ ایک مرتبہ شیطان کا مکالمہ ایک عالم دین سے ہوا۔ شیطان
 نے کہا میرے پاس دلیل ہے کہ میری بھی بخشش ہو جائے گی۔ عالم نے پوچھا کیا دلیل
 ہے؟ تو کہا خدا فرماتا ہے: **وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ** (سورہ اعراف، آیت ۱۶۹)
 میری رحمت ہر شے پر وسیع ہے۔

تو کیا میں شے نہیں ہوں، میں بھی تو ایک چیز ہوں تو رحمت مجھ پر بھی وسیع ہو
 جائے گی۔ بس میں بخش دیا جاؤں گا۔

عالم نے فرمایا تو جہنمی ہے، میں تجھ سے بحث نہ کروں کیونکہ اگر بحث کرنا مفید ہوتا تو
 پروردگار "اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم" پڑھنے کا حکم نہ فرماتا بلکہ یہ حکم ہوتا کہ
 جب شیطان وسوسہ ڈالے تو تم بھی اسکے وسوسوں کا جواب دینا۔ لیکن حکم صرف یہ ہے کہ
 بس تم "اعوذ باللہ" پڑھو اور میری پناہ مانگو کہ اے خدا اس شیطان مردود سے مجھے پناہ
 نصیب فرما۔

شیطان کی مثال اُس کتنے کی سی ہے جو بڑے لوگوں کے بنگلوں پر آتے ہوئے
 لوگوں پر بھونکتا ہے مگر مالک ادھر ایک جملہ منہ سے نکالتا ہے اور یہ دم ہلاتا ہوا بیٹھ
 جاتا ہے۔ اٹلیس بھی خدا کی بارگاہ کا ڈھکارا ہوا سکتا ہے۔ جب یہ کسی مؤمن کو خدا کی
 طرف جاتے دیکھتا ہے تو بھونکتا ہے، اگر اس سے لڑو گے تو یہ اور بھونکے گا۔ اس کو

خاموش کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ خدائی ڈانٹ یا جملہ ”اغْوُ ذُبَالَهُ مِنَ الشَّيْطَانِ
السُّرَّجِيمِ“ پڑھ کر اسکی پناہ میں آ جائیں۔ اس جملے کی برکت سے بھی شیطان مومن پر
قابو نہیں پاسکتا۔

رسول اللہ ارشاد فرماتے ہیں: **الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي رَزَقَنَا أَمْرًا إِلَى الْوَسْوَئَةِ**
فہر ہے اُس خدا کا جس نے شیطان کے معاملے کو صرف وسوسہ کی حد تک محدود کر دیا
(اس سے زیادہ اُس کو طاقت نہیں دی)۔

﴿ طریقہ ۶۷: مسلسل نیکیاں کرتے ﴾ ﴿ رہنا گناہوں کا خاتمہ کر دینا ہے ﴾

کیونکہ پروردگار عالم کا ارشاد پاک ہے کہ

إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ۖ (سورہ صافات ۴۰)

بے شک نیکیاں بُرائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔

جب بھی کبھی کوئی گناہ ہو جائے فوراً اس کے ازالے کے لئے نیک کام بہلا لیں
کیونکہ نیک کاموں میں سے ایک دنیا اور آخرت کی بُرائیوں کے آثار مٹانا بھی شامل ہے۔
اگر بُرائی نہیں چھوڑتی تو بہلائی بھی نہ چھوڑیں۔ اگر غیر اللہ نہیں چھوڑتے تو اللہ کو
بھی نہ چھوڑیے، یہ کیسی حماقت ہے کہ غیر تو نہ چھوڑے اور اپنے مالک اور کریم مولیٰ کو
بھول جائے۔ لہذا مسلسل نیکیاں کرتے رہئے۔

﴿ طریقہ ۶۸: ہر وقت خدا ﴾ ﴿ کا خیال دماغ میں رکھنے ﴾

یاد خدا دراصل ایک کنجی ہے جس سے دل کا قفل کھلتا ہے اور اطاعت و فرمانبرداری
میں جی لگتا ہے۔ اسی کنجی کے دندانے کو بھی درست رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ دل کا قفل



آسانی سے کھلے اور کوئی دشواری پیش نہ آئے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اس ذکر کو فکر و توجہ اور خشوع و خضوع کے ساتھ کیا جائے۔ ذکر خدا کرنے والے کے ساتھ خدا کی مدد ہوتی ہے اور وہ کسی وقت تہائی محسوس نہیں کرتا بلکہ اس ذکر کی برکت سے وہ اپنے قلب میں اللہ سے ایک خاص تعلق محسوس کرتا ہے اور پھر اسے گناہ کرتے ہوئے شرم محسوس ہونے لگتی ہے اور پھر ایک وقت آتا ہے کہ اسے گناہ کرنے میں تکلیف ہونے لگتی ہے۔ ابتداء میں اگر ذکر میں لذت نہ آئے تو بھی ذکر خدا کرنا نہ چھوڑے۔

اگر ذکر خدا کے باوجود گناہ نہیں چھوٹ رہے تو فی الحال پرواہ نہ کریں، تو بہ نوبتی بھی رہے تب بھی بار بار کرتے رہیں، انشاء اللہ جلد وہ وقت آجائے گا جب خدا آپ کو نفس اور شیطان پر غالب کر دے گا۔

جب بھی گناہ کا موقع آئے ذکر خدا شروع کر دیں۔ جب سورج نکلے گا جب ہی رات بھاگے گی۔ خدا نے یہ نہیں کہا کہ پہلے دل کو یکسو کر لو پھر میرا نام لو بلکہ یہ فرمایا کہ پہلے میرا نام لو، میرے ہی نام کی برکت سے تم کو فوٹوں اور گناہوں سے نجات ملے گی۔ مولانا روم فرماتے ہیں کہ دریا کے کنارے ایک شخص واجب الغسل کھڑا تھا جسکے بدن پر نجاست لگی ہوئی تھی۔ دریا نے کہا کیا بات ہے؟ تم بہت دیر سے کھڑے ہو۔ کہا مارے شرم کے تمہارے اندر نہیں آ رہا ہوں کہ ناپاک ہوں، تم پاک ہو۔ دریا نے کہا اے شخص تم قیامت تک ناپاک ہی کھڑے رہو گے۔ بس جس حال میں ہو میرے اندر کود پڑو تمہارے جیسے لاکھوں یہاں پاک ہوتے ہیں اور میرا پانی پاک ہی رہتا ہے۔ لہذا اللہ کی یاد میں دیر مت کرو، کسی ہی گناہوں سے بھری زندگی گزارنی ہو اب اللہ کا نام لینا شروع کر دو۔ ذکر کی برکت سے ان تمام گناہوں سے نجات مل جائے گی۔

اگر مچھلی کبھی لالچ میں آکر شکاری کا کاٹنا نکل لیتی ہے تو کیا کرتی ہے؟ کاٹنا

نکلنے کے لئے جھٹکا مار کر گلا پھاڑ لیتی ہے اور پھر کود کر دریا میں چلی جاتی ہے۔ اسلئے اگر کبھی شیطان یا نفس آپ کو گناہ میں لے جائیں اور آپ کو دریائے قرب پروردگار سے دور کر دیں تو

فَقَرُّوا إِلَى اللَّهِ ط (سورۃ زمرہ، آیت ۵۰)

پوری کوشش سے وہاں سے فرار ہو جائیے۔ گناہوں سے فرار کے ذریعے خدا تک پہنچیں گے، گناہوں پر قرار سے نہیں۔

امام حسین جب اتمامِ حجت کے لئے یزیدی فوج سے خطاب کے لئے گئے تھے تو ایک شقی نے مولاؑ کی پشانی کو پتھر مار کر زخمی کر دیا۔ آپ خیموں میں واپس آئے۔ جناب زینبؑ بھائی کو زخمی دیکھ کر تمکین ہو گئیں۔ کیا بھیا آپ نے اپنا تعارف نہیں کرایا، تبلیغ نہیں کی؟

امامؑ نے فرمایا: میں نے اپنا تعارف بھی کرایا، تبلیغ بھی کی لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا پھر کہا، بہن زینبؑ

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ط (سورۃ ہود، آیت ۱۹)

”ان کے اوپر شیطان نے غلبہ پالیا ہے اور انہیں ذکرِ خدا سے غافل کر دیا ہے۔“
یعنی اب خدا کی یاد اور ذکرِ خدا سے غافل ہونے کی وجہ سے میرا وعظ و نصیحت ان کے لئے بے سود ہو گیا ہے۔

﴿ طریقہ ۱۸ : خاص طور پر ﴾

﴿ نمازِ شب کسی پابندی کیجئے ﴾

نمازِ شب ایک ایسی عبادت ہے جس کے فوائد دین و دنیا پر محیط ہیں۔ اس کی ادائیگی سے رُوح و بدن دونوں تندرست رہتے ہیں۔ کیونکہ نمازِ شب سیرتِ انبیاءؑ،

سیرت آئمہ اور سیرت صالحین ہے۔ لہذا اس کی ادائیگی سے ان تمام افراد کی سیرت کی پیروی ہوتی ہے۔

رسول اللہ فرماتے ہیں کہ: ”تم لوگ نماز شب انجام دو کیونکہ نماز شب نیکی کرنے والوں کی سیرت اور خدا سے قریب ہونے کا ذریعہ اور گناہوں سے بچنے کا وسیلہ ہے۔“
امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ: ”نماز شب گناہوں کو مٹا دیتی ہے جو معمولاً دن میں کئے جاتے ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”بے شک نماز شب غضب الہی کی آگ کو خاموش کرتی ہے۔“

نماز شب سے محرومی کے کیا اسباب ہیں؟

پہلا سبب تو انسان کے گناہ ہیں جو اٹلی سے کسی نے آ کر کہا (یا اٹلی) میں نماز شب سے محروم ہو جاتا ہوں اسکی کیا وجہ ہے؟ تو مولاناؒ نے فرمایا ”تمہارے گناہوں نے تمہیں جکڑا ہوا ہے۔“

دوسری جگہ پر فرمایا ”بے شک اگر کوئی شخص جھوٹ بولنے کا عادی ہو تو وہ اس جھوٹ کی وجہ سے نماز شب سے محروم رہے گا۔“

دوسرا سبب رات کو بلا عذر دیر تک جاگنا اور کثرت سے سونا ہے۔

تیسرا سبب پر خوری اور شکم پروری ہے۔ امیر المؤمنین فرماتے ہیں: زیادہ کھانے سے پرہیز کرو کیونکہ زیادہ کھانے سے نماز شب سے محروم اور جسم میں مختلف قسم کے امراض اور قلب میں قساوت (سنگدلی) جیسی بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔

چوتھا سبب نماز شب کے فوائد اور ثمرات سے جہالت و غفلت اور فضول بہانے ہیں۔

جبکہ شریعت اسلام نے نماز شب کے لئے کئی سہولیات دی ہیں۔ ویسے تو نماز شب

آدھی رات کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ لیکن کچھ مجتہدین مثلاً آقائے سیدستانیؒ کے نزدیک فوراً بعد نماز عشاء نماز شب کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی ۱۱ رکعات نماز شب نہ پڑھ سکے تو ۸ رکعات یا ۳ رکعات یا کم از کم ایک رکعت بھی پڑھ سکتا ہے۔ ہر رکعت میں فقط سورہ الحمد پر بھی اکتفا کر سکتا ہے۔ نماز شب چلتے پھرتے اور سواری پر بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ غرض بے تحاشہ سہولیات اسی وجہ سے دی گئی ہیں کہ مومن کسی حالت میں اس کو فراموش نہ کرے، کچھ عرصے اسکی پابندی کر کے دیکھئے۔ انشاء اللہ ایک انقلاب اپنے اندر محسوس ہوگا۔ ایک ایسا انشا اللہ اور سرور کی کیفیت ہوگی کہ اس سے پہلے کبھی ایسا محسوس نہ ہوا ہوگا اور گناہ کم ہوتے بالکل ختم ہو جائیں گے۔

﴿ طریقہ ۲۹: اپنے نفس سے چالیس دن اُدھار لیں ﴾

ایک طریقہ یہ ہے کہ اپنے نفس سے صرف ۴۰ دن اُدھار لے لیں اور اس سے کہیں کہ صرف ۴۰ روز کے لئے گناہ چھوڑ دے اور اطاعت اختیار کر لے۔ اس کے بعد تجھے آزادی ہے اور یہ ۴۰ روز ایسے گزار دیں کہ ان میں کسی قسم کا کوئی گناہ نہ ہو، غیبت، فضول کلام، فضول میل جول، جھوٹ، بدگمانی، غرض تمام گناہوں کی ۴۰ روز کے لئے تکمیل تعطیل کریں۔ پھر ۴۰ دن گزر جائیں تو اپنے نفس کی کیفیت پر غور کریں کہ پہلے کیا کیفیت تھی اور اب کیا ہے؟ خدا کی قسم قلب میں اس وقت آپ ایسی عطاوت اور لطف پائیں گے کہ معلوم ہوگا کہ اس سے پہلے تو ہم جہنم میں تھے، اب جنت میں ہیں۔ اس وقت یہ معلوم ہوگا کہ گناہ میں کتنی کلفت ہے اور اطاعت میں کیسی عطاوت ہے۔ غرض گناہ چھوڑنے میں تھوڑے دن کی پریشانی ہے، اس کے بعد راحت دائمی ہے۔

چند روز سے جہد کن باقی بخند (کچھ دن جدوجہد کرو پھر آرام سے رہو)

۔ ان کی خوشی کے واسطے اپنی خوشی کبھی نہ دیکھ

ثواب دائمی کما، لذت عارضی نہ دیکھ

﴿ طریقہ ۲۰: کتبِ اخلاق کا مطالعہ ﴾

کتبِ اخلاق ایک ایسا فلکِ ہفت تین ہیں جہاں کالمین و عارفین کی رو میں جمع ہیں۔ ان کا روزانہ مطالعہ انسان کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے۔ اسے کتاباً تم ایسی انیس و چالیس ہو چکی ناصحانہ باتوں سے تفلک پیدا ہوتا ہے، تمہارے منہ میں اگرچہ زبان نہیں ہے لیکن تم زندوں اور مردوں کے افسانے سناتی ہو، گناہوں سے ڈراتی ہو، تم ہمسایہ ہو مگر ظلم نہیں کرتیں، تم عزیز ہو مگر نصیبت نہیں کرتیں، تم دوست ہو مگر مصیبت میں ساتھ نہیں چھوڑتیں۔

کوشش کریں کہ اخلاق کو درست کرنے والی کتابیں ہر جگہ موجود ہوں۔ بستر کے سر ہانے، ڈرائنگ روم میں، لالائچ میں، ان کتابوں کے اندر لکھی ہوئی آیات، احادیثِ معصومین اور اقوالِ علماء کی نورانیت جب جا بجا پورے گھر میں ہر کمرے میں موجود ہوں گی اور ان کا مطالعہ بھی ہوگا تو گناہوں کو گناہ میں پینے کے لئے کہیں جگہ نہ ملے گی۔ اگر ہو سکے تو گھر میں کسی چھوٹے نوٹس بورڈ پر یا کسی الماری پر کوئی ایسی حدیث یا آیت روزانہ لکھ کر لگائی جاسکتی ہے جہاں پر آنے جانے والے کی نگاہ اس پر پڑے۔ اس طرح خاموشی سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر بھی ہوتا رہے گا۔

علامہ میر حامد حسین لکھنوی (صاحبِ طبقات الانوار) کا جب انتقال ہوا اور غسل کے لئے لے جائے گئے تو لوگوں نے دیکھا کہ کتابیں رکھنے کی وجہ سے سینے پر گڑھا پڑ گیا تھا۔ اتنا لکھتے تھے کہ بیٹھے بیٹھے تھک جاتے تو کھڑے ہو کر لکھتے تھے، کھڑے کھڑے تھک جاتے تھے تو لیٹ کر لکھتے تھے۔

اگر آپ اپنی جوانی کے زمانے کو علم حاصل کرنے میں خرچ کریں گے تو بڑھاپے میں اپنے بوئے ہوئے پھل کو چھیننے پر آپکی تعریف ہوگی۔ لذاتِ بدن اگرچہ مقصود

ہو گئی لیکن لذت علم کے مقابلے میں وہ کوئی کمی محسوس نہ کرے گا۔ اپنی جوانی کی تھکاؤ نہیں اور راتوں کو جاگنا یاد آئے گا۔

جناب یوسفؑ کے دیدار کے مقابلے میں ہاتھ کٹ جانے کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ جو راستہ دوست تک پہنچاتا ہو وہ کبھی طویل نہیں ہوتا۔

رسول اللہؐ فرماتے ہیں کہ ”علم کا ایک باب حاصل کرے چاہے اُس پر عمل کیا ہو یا نہ کیا ہو، ایک ہزار رکعات پڑھنے سے افضل ہے۔“

حکیم جانتے ہیں سے کسی نے دریافت کیا کہ اپنے دوستوں کی نسبت آپ نے اتنی حکمت کیسے حاصل کر لی تو کہا میں نے کتب نبی کے لئے چراغ کے تیل پر اُس سے زیادہ خرچ کیا ہے جتنا وہ شراب پر خرچ کرتے رہے ہیں۔

لہذا جہاں تک ممکن ہو گھر کو اچھی کتابوں سے بھر لیجئے۔ روز خاص طور پر سونے سے پہلے مطالعہ کی عادت ڈالنے اور پھر دیکھئے کہ یہ کتابیں کیسے آپ پر اپنے انوار کی بارش کرتی ہیں۔

﴿ طریقہ ۱۷: گناہوں کی مصیبت سے بچنے کی نیت سے صدقہ نکالنے ﴾

صدقہ تمام مصیبتوں اور بلاؤں کو دور کرتا ہے۔ آپ ان گناہوں کی مصیبتِ عظمیٰ سے بچنے کے لئے بھی صدقہ دینا شروع کریں اور حسبِ حیثیت روز دیں بلکہ جو صدقہ آپ روزِ حفظِ بلا کے لئے نکالتے ہوں، اس میں یہ نیت بھی شامل کر لیجئے۔

سورہ بقرہ میں ہے کہ ”اگر تم فقیروں کی امدادِ علی الاعلانیٰ کرو تو یہ بھی ٹھیک ہے اور اگر چھپا کر فقراء کے حوالے کرو گے تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہوگا اور اس کے ذریعے تمہارے گناہ بھی معاف ہو جائیں گے۔“

لہذا صدقہ دینے سے نہ صرف پچھلے گناہ معاف ہوتے ہیں بلکہ آئندہ کے گناہوں سے بھی حفاظت ہو جاتی ہے۔ صدقہ کیونکہ ردِ بلا کے لئے دیا جاتا ہے اور گناہوں اور نافرمانیوں سے بڑی کوئی بلا نہیں ہے۔

﴿ طریقہ ۳۲: یہ تصور کریں کہ خدا آپکو ہر وقت دیکھ رہا ہے ﴾

سورہ حدید کی چوتھی آیت میں ہے کہ :

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ

تم جہاں کہیں بھی رہو وہ (خدا) تمہارے ساتھ ہے۔

جب ہمیں یہ یقین ہے کہ خدا ہر جگہ موجود ہے اور بندے کی ہر حالت و کیفیت سے واقف ہے تو اس یقین کے نتیجے میں انسان ہمیشہ خود کو خدا کے حضور محسوس کرے گا۔ تہنائی ہو یا لوگوں کے ساتھ، اس کے کردار سے کوئی ایسا فعل ظاہر نہ ہوگا جو خدا کو ناپسند ہو۔ اسے معلوم ہے کہ خدا میرے باطن سے بھی واقف ہے۔ لہذا وہ ہمیشہ لوگوں کے سامنے اپنی ظاہری اصلاح سے زیادہ باطنی اصلاح کی فکر میں لگا رہے گا۔

محقق اردبیلیؒ کے حالات میں ملتا ہے کہ انھوں نے اپنی عمر کے آخری چالیس سال اس طرح گزارے کہ وہ پاؤں تک نہیں پھیلاتے تھے چاہے تہنائی میں ہوں یا لوگوں کے ساتھ، چاہے سو رہے ہوں یا جاگ رہے ہوں۔ ہر حال میں خود کو خدا کے حضور حاضر و ناظر سمجھتے اور اپنے پاؤں سمیٹے رہتے تھے اور فرماتے تھے ”مجھے خدا کے سامنے پاؤں پھیلاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔“

ایک اور عالم کے حالات زندگی میں ملتا ہے کہ جب ان کی جاں کنی کی کیفیت تھی اور ان کے پاؤں لوگ سیدھے کرنے لگے تو کہا کہ میں نے پوری زندگی گزاردی اور اب

تک اپنے پروردگار کے حضور ایسی بے ادبی نہیں کی، اب جبکہ آخری وقت آ گیا ہے اور میں مر رہا ہوں کیسے بے ادبی کر سکتا ہوں؟ پھر جب حالت احتضار آ گئی اور اپنے پاؤں رو بہ قبلہ کئے تو فرمایا ”پروردگار چونکہ تو نے مجھے اس حالت میں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے لہذا میں اسے قبول کر رہا ہوں۔“

بعض دوسرے علماء کے بارے میں ملتا ہے کہ وہ بلند آواز سے بات نہیں کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ ہر جگہ خدا موجود ہے، بلند آواز سے بات خلاف ادب محسوس ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے معیار کی توقع ایک عام مومن سے تو نہیں ہو سکتی مگر وہ اپنے افعال کو انجام دیتے وقت خدا کے حاضر و ناظر ہونے کا تصور تو کر سکتے ہیں اور خود کو گناہوں سے محفوظ کر سکتے ہیں۔

قرآن میں ارشاد ہے: **وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ** (سورۃ التھان آیت ۸)

”اللہ تمہارے اعمال پر باخبر ہے۔“

یہ جملہ پروردگار عالم نے اپنے بندوں کو سکھایا ہے کہ وہ ہر وقت اُس کو یاد رکھیں تاکہ عمل میں کوتاہی نہ ہو اور ہر وقت یہ خیال رہے کہ پروردگار عالم میرے ظاہر و باطن کو دیکھ رہا ہے۔ جب یہ خیال پختہ ہو جائے گا کہ ہمارے اس کام کی اطلاع حاکم کو ہے تو پھر اس میں کوتاہی نہیں ہوا کرتی۔ یہ نہایت بہل مراقبہ ہے اور ہر شخص اس سے استفادہ کر سکتا ہے۔

﴿ **طریقہ ۳۳: موت کی یاد کو دل میں بسائیں** ﴾

موت کی یاد انسان کو گناہوں سے باز رکھتی ہے، مومن کو چاہیے کہ وہ ان تمام اعمال کو انجام دے جو دل کو نرم بناتے ہیں اور آخرت اور موت کو یاد دلاتے ہیں اور موت کی یاد لذات دنیا کو توڑنے والی چیز ہے۔ موت کو کثرت سے یاد کرنا اور آخرت کے لئے اعمال

انجام دینا گناہ کے خیالات کو بھی دل سے محو کر دیتا ہے، اُن پر عمل کرنا تو دور کی بات ہے۔ میتوں کے غسل دینے میں شرکت، چھینڑ و ٹکھن اور نماز جنازہ میں شرکت، قبرستان جانا، قبروں کی زیارت، اپنے کفن کو تیار رکھنا، وصیت نامہ تیار رکھنا اور اپنے تیار کفن کو گاہے بگاہے نکال کر دیکھنا ایسے اعمال ہیں کہ جو موت کی یاد کو دل میں تازہ رکھتے ہیں اور پھر گناہ انجام دینے سے دل ڈر جاتا ہے کیونکہ اس کا انجام ٹھوٹا خاطر ہوتا ہے۔

﴿ طریقہ ۳۲: معصومین سے توسل اختیار کریں ﴾

حصولِ علم، کسبِ اخلاص اور اصلاحِ نفس کے لئے معصومین خاص طور پر اپنے زمانے کے امام سے توسل کا میانی کی منزل تک مؤمن کو پہنچا دیتا ہے۔

امام تیسریؑ جب فرانس میں جلا وطن تھے تو انھوں نے وہاں سے قم کے تین عالموں کو خط لکھے تھے اور ان سے خواہش کی تھی کہ وہ اسلامی انقلاب کے سلسلے میں دعا کریں کیونکہ انقلاب کی کامیابی کے لئے معصومین کی مدد اور انکی دعاؤں کی سخت ضرورت ہے۔

محدث قمیؑ فرماتے تھے کہ جب کبھی مجھے زیادہ لگنے سے کمزوری محسوس ہوتی ہے تو میں بطور تہزک آئمہ کے روضوں کی خاک استعمال کرتا ہوں اور کبھی کبھی لکھی ہوئی حدیثوں کو آنکھوں سے لگاتا ہوں۔ الحمد للہ اس طرح میری بینائی بالکل ٹھیک ہے اور مجھے امید ہے کہ میری آنکھیں دنیا و آخرت دونوں میں اسی فیض کے باعث معرفت سے روشن رہیں گی۔

بعض اوقات دوام میں انگلیاں ڈال کر دوا کو بلاتے تھے اور کہتے تھے کہ میں نے ان انگلیوں سے آئمہ معصومین کی ہزاروں حدیثیں لکھی ہیں اس لئے ان کے ذریعے شفا کی امید کرتا ہوں۔ حضرت آیت اللہ شیخ عبدالکریم حائریؑ جنھوں نے قم کا حوزہ علمیہ قائم کیا تھا، دستور بنایا تھا کہ میرے درس شروع کرنے سے پہلے ایک شخص مصائب امام حسینؑ بیان کرے، پھر میں درس شروع کرونگا۔ میرے پاس جو کچھ ہے وہ مولا حسینؑ ہی کے صدقے میں ہے۔

لہذا معصومین ہستیاں جو ایک نظر میں خاک کو سونا بنا دیتی ہیں، جب ہم خلوص سے گناہوں کے ترک کے سلسلے میں انہیں مدد کے لئے پکاریں گے اور ان سے توسل چاہیں گے تو کیا یہ ممکن ہے کہ وہ معمولی ہی نگاہ لطف و کرم بھی ہم پر نہ ڈالیں گی؟

﴿ طریقہ ۵۷: نفس کو مشغول رکھنے ﴾

مومن کو فارغ اوقات میں بے کار نہیں رہنا چاہیے اور کسی نہ کسی اچھے کام میں مشغول رہنا چاہیے۔ دین کا کام نہ ہو تو دنیا ہی کے کسی مباح کام میں لگا رہے کیوں کہ مشغول میں نفس کو مستی نہیں سوجھتی، توجہ کام کی طرف رہتی ہے اور بے کاری میں چاروں طرف ذہن دوڑتا ہے اور اس راز کو نکال م بھی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ جو لوگ معطل اور بے کار رہتے ہیں، پولیس زیادہ تر ان ہی کی نگہداشت کرتی ہے اور ایسے ہی لوگوں کو پکڑا جاتا ہے۔ یعنی ان کے نزدیک بے کاری بد معاشی کا ایک سبب ہے۔ لہذا تنہائی میں بقدر ضرورت رہنا اور کاموں میں مشغول رہنا انسان کو بہت سے گناہوں سے بچاتا ہے۔

دیکھا بھی یہی گیا ہے کہ گناہ بھی زیادہ تر زیادہ کھانے والے لوگوں سے ہوتے ہیں اور زیادہ کھانے والا ترک گناہان پر کم ہی قادر ہوتا ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ مناسب یا کم کھاتے ہیں ان کو نقصانے گناہ بھی کم ہوتا ہے اور اگر وہ چننا چاہیں تو سہولت سے بچ نکلتے ہیں کیوں کہ ان میں یہ قوت حقیقتاً ہو جاتی ہے۔ جس طرح ایک بوڑھا شخص جس میں قوت نہیں ہوتی ہے، اگر زنا سے بچنا چاہے تو با آسانی بچ سکتا ہے۔

زیادہ کھانا کھانے کے اور بھی نقصانات ہیں۔ زیادہ کھانے والے کے لئے نماز شب کے لئے اٹھنا پہاڑ سے کم نہیں۔ صبح کی نمازیں بھی بسا خوری کے سبب قضا ہو جاتی ہیں۔ زیادہ کھانے والا سوتا بھی زیادہ ہے اور ایسے شخص کو نظم و ضبط اور اوقات کی

پابندی بہت دشوار ہوتی ہے اور زیادہ سوتے رہنے سے قوتِ فکر بھی کمزور ہو جاتی ہے اور قوتِ فکر کی کمی سے دنیا و آخرت دونوں اثر انداز ہوتے ہیں۔

خوفِ خدا پیدا کرنے کا ایک عمدہ طریقہ۔

فکرِ آخرت پیدا کریں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ روزانہ بلاناغہ سونے سے پہلے کچھ دیر یہ سوچیں کہ مرنے کے بعد ہمیں کیا پیش آنے والا ہے؟ کہ ایک دن وہ آئے گا کہ میرا اس دار فانی سے کوچ ہوگا۔ سب ساز و سامان، مال و اسباب، کاروبار و ملازمت، گھر و گاڑی اور بیوی بچے اور رشتہ دار و دوست سب ہمیں رہ جائیں گے۔ میں تنہا سب کو چھوڑ کر قبر کے گڑھے میں جا لیوں گا اور اس وقت میرا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ سوائے نیکیوں کے اور فقط اعمال ہی کا مآخیز گے، منکر نکیر آئیں گے اور خدا نخواستہ ناکام رہا تو تو قبرِ جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بن جائے گی۔ پھر قیامت میں اٹھایا جائے گا، حساب کتاب کے لئے پیش کیا جائے گا، پل صراط پر چلنا ہوگا۔

اے نفس تو کس دھوکے میں ہے؟ ان سب واقعات پر تیرا ایمان ہے اور پھر یہ غفلت؟ کس وجہ سے گناہوں پر یہ دلیری ہے، کیا ہمیشہ یہاں رہتا ہے؟

روزانہ سونے سے پہلے ۱۰، ۱۵ منٹ یہ سوچیں انشاء اللہ چند روز بعد ہی آپ دیکھیں گے کہ خوف پیدا ہوگا اور اس کے بعد توبہ کی فکر ہوگی اور آئندہ کے لئے اطاعت کی توفیق ہوگی۔

کسی نے بقرات سے پوچھا کون سا مرض سب سے زیادہ شدید ہے؟ تو اس نے کہا جس مرض کو معمولی سمجھا جائے، وہ بہت شدید ہے۔

اسی طرح وہ گناہ بھی بڑا شدید ہے جس کو بہت معمولی اور ہلکا سمجھا جاتا ہے۔

طریقہ ۶: مسائل شرعیہ کی پابندی کی عادت ڈالنے

ہمارے نفوس پابندی کے عادی نہیں ہیں بلکہ آزادی کے عادی ہیں اور دین کی دشواری اور تکلیف کی اصل اگر یہ ہے کہ اس میں ہر طرح کی آزادی نہیں ہے۔ تو یہ کوئی بھلی بات نہیں، کیوں کہ پابندی تو ہر قانون میں ہوتی ہے، اگر پابندی کا نام دشواری ہے تو ایک ڈاکو کو بھی یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ میں حکومت کے قانون کو نہیں مانتا کہ یہ میرے لئے دشوار ہے اور وہ دشواری یہ ہے کہ اس میں مجھے پابند کیا جاتا ہے اور میرے جذبات کو دبایا جاتا ہے تو کیا کوئی عاقل اس کی اس بات کو مانے گا؟ اصل میں یہ دشواری دین کی نہیں بلکہ ہماری اپنی طبیعت کی ہے۔ جیسے کسی بچے کو دودھ چھوڑنا اور روٹی کھانا دشوار معلوم ہوتا ہے اور وہ دودھ چھوڑتے وقت کیسے مچلتا ہے؟ تو آج سے بچوں پر یہ ظلم کرنا چھوڑ دیجئے۔ مگر کوئی ایسا نہیں کرتا بلکہ سب یہاں یہ کہتے ہیں کہ روٹی کھانا تو بہت آسان ہے مگر بچے کو اس لئے دشوار ہے کہ وہ دودھ کا عادی رہا ہے۔ جہاں وہ عادت پھٹی، اس کے بعد پوچھے گا کہ اب کیا دشواری ہے؟ پھر تو یہ حالت ہوگی کہ رات دن صرف روٹی ہی کی فکر میں رہے گا اور ماں کے دودھ سے ایسی نفرت ہو جائے گی کہ خوشامد بھی کر لو گے تو بھی پاس نہ آئے گا۔ تو بس یہی حال دین کی دشواری کا بھی ہے جب آپ آزادی کے اتنے عادی ہو گئے ہیں، اس وجہ سے یہ دین کی پابندی دشوار معلوم ہوتی ہے اور جس دن ہم اس پابندی کے عادی ہو گئے، اُس دن خود کہہ دیں گے ارے دین پر چلنا تو بہت آسان ہے اور اب احکام شرعیہ کی پابندی میں وہ لذت آنے لگے گی اور آپ اس کے ایسے عاشق ہوں گے کہ اس نام نہاد آزادی سے ہی نفرت ہو جائے گی۔

﴿طریقہ ۳۷: چالیس روز تک زیادہ تر﴾

﴿اوقات میں خاموش رہنے کی مشق﴾

رسول اللہ نے جناب ابو ذرؓ سے فرمایا: میں تمہیں زیادہ خاموش رہنے کی سفارش کرتا ہوں اور اس وسیلے سے شیطان تم سے دور ہو جائے گا۔

دین کی حفاظت کے لئے خاموش رہنا بہتر مددگار ہے۔ کم از کم ۴۰ روز تک خاموش رہنے کو اختیار کیجئے سوائے ضروری کاموں کے باتیں نہ کریں۔ سوائے امر بالمعروف و نہی عن المنکر و ذکر خدا اور ضروری امور کے زبان کو حرکت نہ دیں۔

علامہ محمد حسین طباطبائیؒ فرماتے تھے کہ میں نے خاموش رہنے کے گراں قدر آثار مشاہدہ کئے ہیں۔

اسی طرح زیادہ بولنے اور کثرت کلام سے دل مُردہ ہو جاتا ہے۔ غلٹ پیدا ہوتی ہے اور قساوت قلبی پیدا ہو جاتی ہے اور یہ وہ بلا ہے کہ پھر اس کے بعد گناہوں میں مبتلا ہو جانا آسان ہو جاتا ہے اور تمام گناہوں کی نشاط بھی قساوت یعنی دل کا سخت ہو جانا ہے۔ بس کثرت کلام کے ساتھ گناہوں سے بچنا چند دن کے لئے ہوتا ہے اور پھر دوبارہ گناہوں کی طرف جھکاؤ ہونے لگتا ہے۔

اس طرح لوگوں سے زیادہ میل جول (ضرورت سے زیادہ) بھی گناہوں کی طرف لے جاتا ہے۔ دوسروں کی نصیبت، مذاق اڑانا، دوسروں کے راز ظاہر کرنا اور نہ معلوم کون کون سے گناہ اس کثرت اختلاط کے باعث ہوتے ہیں۔

لہذا ثابت ہوا کہ حقیقی تو وہی ہے گناہوں سے بچنا اور واجبات پر عمل کرنا لیکن چونکہ ان چیزوں سے پرہیز عادتاً گناہوں سے بچانا ہے تو حکماً یہ بھی مجاہدات میں داخل ہو سکتے ہیں۔

لیکن ان مجاہدات کی سختی میں شریعتِ اسلام کا خیال رکھا جائے۔ اپنی مرضی سے نہ ہوں مثلاً ایک صاحب کے لئے مشہور ہے کہ وہ ساری رات جاگتے تھے اور جاگنے کے لئے افیون کھایا کرتے تھے۔ سبحان اللہ سونے سے تو پرہیز کیا، جو فریضہ مباح تھا اور نشہ کی چیز سے پرہیز نہیں جو کہ حرام ہے۔ ان حضرات کی وہی مثال ہے کہ گڑ کھائیں اور گٹھنوں سے پرہیز کریں۔

تو رسم کہ نہ رسی بکفہ امے اعرابی

کسں رہ کہ میو دی برے تو کستان است

(اے اعرابی مجھے یہ خوف ہے کہ تو کعبہ تک نہ پہنچ سکے گا کیوں کہ یہ جو راہ تو طے کر رہا ہے یہ تو ترکستان کو جاتی ہے)

جب تک مریض ایک مدت تک عاجلہ نہ کرے، امراض کی جزیں کنتی نہیں ہیں لیکن اس سلسلے میں اقدام کرتے رہنے کی ضرورت ہے۔

﴿ طریقہ ۲۸: گھر میں باواز بلند اذان دینا ﴾

حدیث میں ہے کہ ”اذان کی آواز سے شیطان بولکھلا جاتا ہے اور بھاگ جاتا ہے اور جس جگہ سے شیطان بھاگ جائے وہاں پھر گناہ کے لئے زمین سازگار نہیں رہتی، اذان دینے کو حقیر نہ سمجھنا چاہئے۔“

رسول اللہ فرماتے ہیں کہ: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں اذان کو حقیر سمجھتے ہوئے ناتواں لوگوں کے سپرد کر دیں گے۔

وسائل الشیعہ میں ہے کہ: روز قیامت جب شرم و حیا سے لوگوں کی گردن جھکی ہوئی ہوگی، اُس وقت اذان دینے والے سر بلندی اور وقار کے ساتھ محشور ہوں گے۔ گھروں میں اذان دینے کی خصوصاً جب گھر میں بیماری ہو، بہت تاکید ہے۔

تہا اذان ہی وہ آواز ہے جو آسمان والوں تک پہنچتی ہے۔

اذان : اسلام کی زندگی کا اعلان ہے۔

اذان : مومنین کے عقائد کی منادی ہے۔

اذان : نغمہ توحید ہے۔

اذان : اعلان ولایت و رسالت ہے۔

اذان : شیطان کی کمر توڑ دیتی ہے۔

اذان : مہلکات کے لئے فضا سازگار بنانے کا ذریعہ ہے۔

اذان : خواب غفلت سے بیداری کا پیغام ہے۔

کوشش کریں کہ روزانہ یا روز بروز بلند گھر میں اذان دیں تاکہ شیاطین وہاں سے فرار اختیار کر جائیں اور گناہ اور نیرائیاں ان گھر سے محو ہو جائیں۔

﴿ طریقہ ۳۹ : طویل سجدہ ﴾

آقائے جواد مکی تمیزی لکھتے ہیں کہ پیغمبر اسلام نے طویل سجدہ کرنے کی بہت زیادہ سفارش فرمائی ہے۔ امام زین العابدین ایک سجدہ سے سین ہزار مرتبہ ذکر خدا انجام دیتے تھے۔ امام موسیٰ کاظمؑ کا طویل سجدہ صبح کی نماز سے ظہر تک ہوا کرتا تھا اور آئمہ کے اصحاب میں سے ابن ابی عمیرؑ کے بارے میں بھی ایسی ہی نقل ہو ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ جو سجدہ سے ۱۰۰ مرتبہ سورۃ الانبیاء کی آیت ۷۱

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ

ایک سال تک روز پڑھے گا، وہ فطرت سے آزاد ہو جائے گا۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں جو شخص بھی حقیقت سجدہ کو بجالائے چاہے پوری عمر میں

ایک بار ہی کیوں نہ ہو، وہ نقصان میں نہیں ہے۔

ایک شخص رسول اللہ کے پاس آ کر کہتا ہے یا رسول اللہ! میرے اعمال مختصر اور گناہ زیادہ ہیں، تو آپ نے فرمایا "اپنے سجدوں کی تعداد کو بڑھا دو کیونکہ جس طرح ہوا، درختوں کے پتوں کو گراتی ہے اسی طرح سجدہ (انسان سے) گناہوں کو دور کرتا ہے۔

﴿طریقہ ۴: باواز بلند کثرت سے درود پڑھنا﴾

رسول اللہ فرماتے ہیں "جس کے گناہ زیادہ ہوں، اُسے چاہیے کہ وہ کثرت سے درود بڑھے تاکہ اس کے گناہ ختم ہو جائیں۔"

رسول اللہ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں "مجھ پر تمہاری صلوات، تمہاری دعاؤں کی مقبولیت، خدا کی خوشنودی اور تمہارے اعمال کی طہارت کا باعث ہوتی ہے۔"

ایک اور مقام پر حدیث ہے "ایک ساتھ اور بلند آواز سے صلوات بھیجو تاکہ تمہارے درمیان نفاق نہ رہے۔"

سوچئے کہ کس ہستی کے نکلے رہے ہیں؟

اللہ سے کئے ہوئے شخص کی نافرمانی سے بھرپور زندگی ہی ہوتی چنگ کی طرح ہے۔ حرام لذات میں گن گن شخص کو دیکھنے ہی سے پتا چل جاتا ہے کہ یہ ظالم اللہ سے کتنا ہوا ہے۔ جیسے کئی ہوتی چنگ کی رفتار دیکھ کر پتا چل جاتا ہے کہ کٹ چکی ہے اور پھر بچے اُسے لوٹ کھسوٹ لیتے ہیں۔ ایسے شخص پر جو عذاب آئے وہ کم ہے کہ اتنی بڑی طاقت سے نکلے رہا ہے، نافرمانی کی جرأت کر کے اتنی بڑی طاقت والے مالک کو ناراض کر رہا ہے اور خوش کسے کر رہا ہے؟ ایک ادنیٰ مخلوق اپنے نفس کو اور شیطان کو۔

ایک صاحب نے داڑھی رکھی تو بہت سے لوگوں نے ان کا مذاق اڑایا تو انہوں نے ایک عالم کو خط لکھا کہ مولانا صاحب لوگ میری داڑھی رکھنے پر ہنس رہے ہیں۔ عالم نے جواب دیا کہ لوگوں کو ہنسنے دو لیکن تم کو قیامت کے دن رونا نہیں پڑے گا۔

لہذا گناہوں کے ترک میں ساری دنیا کو چیلنج کر دیجئے۔ ساری دنیا میں کوئی
مومن نہ رہے تو آپ تجہای اللہ پر جان دے دیں۔ آپ کے درو آپ کے گناہ ہیں اور
اُن کا علاج فقط خدا کی بارگاہ میں بخشش کی طلب ہے۔

﴿مدارک﴾

دارالآخرة	خودسازی	قرآن مجید
فضائل توبہ	تجلیات جذب	یقین
دنیا و آخرت	بھارا انوار	معاد
ایمان	جزا الاعمال	فیوض ربانی
علم الاخلاق	تجلیات نماز	خاشعین کی نماز
اصول کافی	تفسیر سورہ یسین	قلب سلیم
ثواب وضو	سج البلاغہ	فلسفہ نماز شب
وسائل الشیخہ	محجۃ البیضاء	معجم المفہرس
غریز الحکم	کنز العمال	مفتاح الجنان
درخشاں چہرے	اول وقت نماز کی حکایات	کل نفس ذائقة الموت
	ثواب الاعمال و عقاب الاعمال	امر بالمعروف و نہی عن المنکر
	تفسیر نور العقلین	روح کی بیماریاں اور ان کا علاج

رسول خدا ﷺ نے فرمایا

جب خدا کسی قوم پر غضب ناک ہو
تو ان پر عذاب نازل کر کے انہیں تباہ کرنے کے بجائے
ان چیزوں میں مبتلا کر دیتا ہے



ﷺ نے فرمایا

گناہوں سے دور رہنا خدا سے قریب کرتا ہے



الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان رحم کرنے والا ہے

نسل و مال کی برکتوں نے تم لوگوں کو غافل بنا رکھا ہے
یہاں تک کہ تم لوگوں کے قبریں دیکھیں (مر گئے)
دیکھو تمہیں عنقریب ہی معلوم ہو جائے گا
پھر دیکھو تمہیں عنقریب ہی معلوم ہو جائے گا
دیکھو اگر تم کو یقینی طور پر معلوم ہوتا (تو ہرگز غافل نہ ہوتے)
تم لوگ ضرور دوزخ کو دیکھو گے
پھر تم سے نعمتوں کے بارے میں ضرور باز پرس ہوگی

ایک شخص نے حضرت رسول خدا کی خدمت میں عرض کیا :

ﷺ

- میرے رشتہ دار ایسے ہیں،
- جن سے میں صلہ رحمی کرتا آ رہا ہوں،
- لیکن وہ مجھے ستاتے آ رہے ہیں،
- اب میں نے ارادہ کیا ہے کہ انہیں چھوڑ دوں،

حضور نے فرمایا: **اللہ تعالیٰ تم سب کو گھروں سے نکالے گا**

اس نے عرض کیا: **پھر میں کیا کروں؟**

رسول خدا نے فرمایا

- جو تمہیں محروم کرے ————— تم اسے عطا کرو
- جو تم سے قطع تعلق کرے ————— تم اس سے رشتہ استوار کرو
- اور جو تم پر ظلم کرے ————— اسے افسوس کر دو

جب تم ایسا کرو گے تو

اللہ تعالیٰ ان کے خلاف تمہارا مددگار ہوگا

بدترین گناہ قطع رحمی اور والدین کی نافرمانی ہے

ﷺ